# کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعودؓ

# کلام اللہ کا مرتبہ

اور

# حضرت مصلح موعودؓ

مولانا دوست محمد شاہد
مؤرخ احمدیت

احمد اکیڈمی ربوہ

# تعاون و دُعا

محترم الحاج میاں غلام احمد صاحب مرحوم آف انصاف کمپنی فیصل آباد کو اِسلام اور احمدیت کے طفیل کلام اللہ اور حضرت مصلح موعودؓ سے والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ اِس جذبۂ خدمت و ایثار اور اخلاص ووفا کی یاد میں، میاں صاحب موصوف کے بھائی محترم میاں مبارک احمد صاحب اور صاحبزادگان محترم میاں محمود احمد صاحب و میاں منصور احمد صاحب نے کتاب " کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعود" کی اشاعت کے لئے ابتدائی اخراجات برداشت کئے ہیں۔ جزاکم اللہ۔

دُعا ہے کہ مولیٰ کریم میاں صاحب مرحوم کو اپنے قُربِ خاص سے نوازے اور اپنی رضا کی جنتوں کا وارث بنائے، لواحقین کے مذکورہ صدقۂ جاریہ کو قبول فرمائے اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔

آمین

---

ناشران:۔ جمال الدین انجم، غلام مرتضیٰ ظفر

مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ

# قرآن کریم
## خالقِ کائنات کی نظر میں

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۙ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝

(حٰمٓ السجدۃ آیت ۴۲،۴۳)

وہ لوگ جو کہ اِس ذکر (یعنی قرآن) کا جب وہ ان کے پاس آیا انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ ایک بڑی عزّت والی کتاب ہے (وہ اپنی تباہی کا سامان اپنے ہاتھوں کر رہے ہیں)۔ باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے۔ بڑی حکمتوں والے اور بڑی تعریفوں والے خدا کی طرف سے وہ اُترا ہے۔

شانِ قرآنِ عظیم!
قرآں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اِس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
اِس نے درختِ دِل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دِل بدل دیا
وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اِس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
(حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ)

| صفحہ | عنوان | نمبر شمار |
|---|---|---|
| ۷ | مضمون کی اہمیت۔ | ۱ |
| ۸ | معارفِ قرآنی کا گہرا تعلق مطہّروں سے۔ | ۲ |
| ۱۰ | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقت افروز ارشادات۔ | ۳ |
| ۱۳ | تفسیر کا الہامی مأخذ اور صلحائے اُمّت۔ | ۴ |
| ۱۶ | علومِ قرآنی کے انکشافات کا انقلابی دَور۔ | ۵ |
| ۱۸ | حضرت بانیٔ احمدیت کا عشقِ قرآن۔ | ۶ |
| ۲۳ | حضرت مصلح موعودؓ کا عشقِ قرآن۔ | ۷ |
| ۲۵ | اوّلین پہلو (خدا تعالیٰ سے علومِ قرآن کی تعلیم) | ۸ |
| ۳۵ | دوسرا پہلو (کلام اللہ صرف قرآن ہے) | ۹ |
| ۳۸ | تیسرا پہلو (کلمۂ طیبہ سے متعلق قرآنی مرتبہ کی شاندار تفسیر) | ۱۰ |
| ۵۰ | چوتھا پہلو (ترتیبِ قرآنی کا معجزانہ نظام) | ۱۱ |
| ۶۴ | پانچواں پہلو (مستشرقین کا مسکت جواب اور قرآنی تاریخ کی حقانیت کا ثبوت) | ۱۲ |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

اے حق کے طالبو اور اسلام کے سچے محبّو! جو اولوالعزم مومنوں کے
آثارِ باقیہ ہو میرے مقالہ کا موضوع ہے "کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعودؓ"

## مضمون کی اہمیت

برادرانِ اسلام! ہر عارف و سالک اِس نکتۂ معرفت سے بخوبی آشنا ہے کہ جس طرح گذشتہ تمام نبیوں کا ظہور ہمارے نبی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے استقبال کی خاطر ہؤا۔ اسی طرح پہلی سب آسمانی کتابیں محض اِس لئے نازل ہوئیں تا اقوامِ عالم کو خاتم الکتب قرآن مجید کی خدمت کے لئے تیار کیا جائے اور غارِ حرا سے پھوٹنے والے آسمانی چشمہ سے تمام بنی نوع انسان قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں ؎

شَمْسُ الْھُدٰی طَلَعَتْ لَنَا مِنْ مَکَّۃٍ
عَیْنُ النَّدٰی نَبَعَتْ لَنَا بِحِرَاءِ [1]

---

[1] انجامِ آتھم صفحہ ۲۸۱ مؤلفہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ۔

اِس عظیم الشّان پس منظر سے ظاہر ہے کہ یہ مضمون عالمی اور دائمی نوعیت کا حامل ہے جس کا براہِ راست تعلق نہ صرف پوری ملّتِ اسلامیہ سے ہے بلکہ عہدِ حاضر اور زمانۂ مستقبل کے ہر فردِ بشر سے ہے۔ خدا کرے کہ جنابِ الٰہی سے یہ توفیق بھی عطا ہو جائے کہ یہ عاجز اسے کماحقہٗ بیان کر سکے۔ آمین

## معارفِ قرآنی کا گہرا تعلق مطھّرون سے

اللہ جلّ شانہٗ قرآن کریم کی جلالتِ مرتبت اور عظمتِ شان کا بصیرت افروز تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الواقعة: ۷۶-۸۱)

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے مقدّس الفاظ میں اِس آیت کا ترجمہ اور تفسیر یہ ہے:۔

"مَیں قسم کھاتا ہوں مطالع اور مناظر نجوم کی اور یہ قسم ایک بڑی قسم ہے۔ اگر تمہیں حقیقت پر اطلاع ہو کہ یہ قرآن ایک بزرگ اور عظیم الشّان کتاب ہے اور اِس کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو پاک باطن ہیں اور اس قسم کی مناسبت اس مقام میں یہ ہے کہ قرآن کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ کریم ہے یعنی روحانی بزرگیوں پر

مشتمل ہے اور بباعث نہایت بلند اور رفیع دقائق حقائق
کے بعض کوتاہ بینوں کی نظروں میں اسی وجہ سے چھوٹا معلوم
ہوتا ہے جس وجہ سے ستارے چھوٹے اور نقطوں سے
معلوم ہوتے ہیں اور یہ بات نہیں کہ درحقیقت وہ نقطوں
کی مانند ہیں بلکہ چونکہ مقام اُن کا نہایت اعلیٰ وارفع ہے
اِس لئے جو نظریں قاصر ہیں ان کی اصلی ضخامت کو معلوم
نہیں کر سکتیں۔" [1]

پس اِن آیاتِ کریمہ میں خداوندِ حکیم و قدیر نے مواقع النجوم کی قَسم کھا کر اِس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ستارے اپنی رفعتوں کی وجہ سے چھوٹے نقطوں کی طرح نظر آتے ہیں مگر جیسا کہ جدید تحقیق نے ثابت کر دیا ہے وہ اصل میں نقطوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ اُن میں سے اکثر و بیشتر ہمارے سُورج سے بھی بہت بڑے ہیں اور اُن کی کثرت کا یہ عالَم ہے کہ اب تک تقریباً تیس اَرب ستاروں کی تصویریں دُنیا کی سب سے بڑی دُوربین کے ذریعہ سے اُتاری جا چکی ہیں۔ سائنسدان جتنی ضخیم دُوربین استعمال کرتے ہیں ستاروں کی تعداد میں بھی اُتنا ہی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ بالکل یہی معجز نما شان قرآن مجید کی ہے کہ

---

[1] جنگِ مقدس صفحہ ۵ سے روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۸۷۔

بباعث نہایت بلند اور رفیع حقائق و دقائق کے کوتاہ بینوں کی نظروں میں چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کی ہر آیت اور ہر لفظ میں حقائق و معارف کی ایک وسیع اور حیرت انگیز دُنیا آباد ہے جس پر خدا تعالیٰ کے صرف ان خاص بندوں کو اطلاع دی جاتی ہے جن کو وہ خود اپنے مقدّس ہاتھ سے پاک کرتا اور اپنے پاک الہام و کلام سے نوازتا ہے اور یہی بھاری ثبوت اس دعوٰی کی صداقت کا ہے کہ قرآن کریم فی الحقیقت بے مثال اور عدیم النظیر ربّانی کتاب ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بصیرت افروز ارشادات

چنانچہ قرآنِ مجسّم، رحمتِ دوعالَم، فخرِ دوجہاں حضرت رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہُ روحی وجنانی) کی حدیثِ مبارک ہے:-

"اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهَيْئَةِ الْمَكْنُوْنِ لَا يَعْلَمُهٗ اِلَّا الْعُلَمَاءُ بِاللّٰهِ" [1]

(ترجمہ) علومِ قرآنی میں سے بعض علم ایک بند کتاب کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ رکھے جاتے ہیں جنہیں اس کی حقیقی معرفت

---

[1] "الدرّ الثّمین فی مناقب الشیخ محی الدین" صفحہ ۴۴ از حضرت ابوالحسن علی ابن ابراہیم متوفّی ۱۲۸ھ ناشر موسّسۃ التراثِ العربی بیروت

رکھنے والے علماء کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

اِسی طرح "ترجمان القرآن" حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ مطہّر سے مراد خدا کے وہ "مقرّب" بندے ہیں جن پر معارفِ قرآنی کھولے جاتے ہیں [1]

اِس تعلق میں حضورؐ نے ایک بار نہایت واضح لفظوں میں یہ بھی فرمایا:۔

"اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا طَھَّرَہٗ قَبْلَ مَوْتِہٖ قَالُوْا وَمَا طَھُوْرُ الْعَبْدِ قَالَ عَمَلٌ صَالِحٌ یُلْھِمُہٗ اِیَّاہُ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ عَلَیْہِ۔" [2]

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو کسی عظیم نعمت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو وہ اُس بندے کی موت سے پہلے اُس کے لئے کامل پاکیزگی کے سامان مہیا کر دیتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! اُس بندے کی پاکیزگی کے وہ کونسے سامان ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عملِ صالح بجالانے کا

---

[1] "الدّرالمنثور" للسیوطیؒ جز سادس صفحہ ۱۶۲

[2] طبرانی عن ابی امامہ بحوالہ "جامع الصّغیر" جز اوّل صفحہ ۱۴ للحافظ علّامہ سیوطیؒ مطبعۃ الخیریہ مصر و کنز العمال للعلّامۃ علاؤ الدین متّقی جز ۱۱ صفحہ ۹۶ مطبعۃ الثقافۃ حلب

شوق و جذبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اُس کے دِل میں الہام کرتا رہتا ہے حتّٰی کہ اسی حالت میں اُس کی رُوح کو قبض کر لیتا ہے۔

نیز فرمایا:۔

"اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَقَّهَهٗ فِى الدِّيْنِ وَ اَلْهَمَهٗ رُشْدَهٗ" [1]

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا اور اسے رُشد و خیر کا الہام فرماتا ہے۔

چونکہ اہل اللہ اور اولیاء کی سب سے بڑی فضیلت اور کمال یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کے عاشق صادق ہوتے ہیں اور ببرکت تعشق قرآن، ان کو علمِ قرآنی دیا جاتا ہے اِسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا:۔

"اِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ وَاِنَّ اَهْلَ الْقُرْاٰنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهٗ" [2]

(ترجمہ) بے شک لوگوں میں سے بندگانِ الٰہی تو (بہت) ہیں لیکن اہل اللہ اور خدا کے خاص بندے وہ ہیں جن کو قرآن

---

[1] معجم الصغیر للسیوطیؒ جزاوّل ص ۱۶۔

[2] مسند احمد بن حنبل الجزء الثالث ص ۲۴۲۔

کے علوم و برکات حاصل ہیں۔

## تفسیر کا الہامی مأخذ اور صلحائے اُمّت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی ارشادات ہمیشہ اکابرِ اُمّت کے لئے راہ نما اور اُن کے افکار و خیالات کی حقیقی رُوح اور اساس رہے ہیں اور جلیل القدر صوفیاء، مجدّدین اور متکلمین نے الہامِ الٰہی کو تفسیرِ قرآن کا ایک مستند مأخذ اور یقینی سرچشمہ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی[1] نے "الفتح الربانی[2]" اور "فتوح الغیب[3]" میں، مشہور ہسپانوی صوفی الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی[4] نے "الفتوحات المکیہ[5]" میں، حضرت امام عبدالوہاب شعرانی[6] نے "الیواقیت والجواہر[7]" میں، حضرت مجدد الف ثانی[8] نے اپنے "مکتوبات[9]" اور "مکاشفات[10]" میں، الشیخ الکامل حضرت روزبہان ابن ابی النصر شیرازی[11] نے "تفسیر عرائس البیان[12]" میں، حضرت شاہ ولی اللہ محدث

---

[1] ولادت ۴۷۰ھ وفات ۵۶۱ھ [2] ص ۱۸۲ [3] مقالہ ۲۶

[4] ولادت ۵۶۰ھ وفات ۶۳۸ھ [5] جلد ۱ ص ۲۸۰ جلد ۲ ص ۲۸۶ جلد ۳ ص ۱۳۹، ۱۴۰

[6] متوفی ۹۷۶ھ [7] جلد ۱ ص ۸۴، ۸۶، ۹۱

[8] ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ [9] دفتر دوم ص ۱۲۸، ص ۱۶۹، ص ۱۸۰

[10] "مکاشفات عینیہ مجددیہ" ص ۱۱۰، ۱۱۱ ص ۱۱ [11] متوفی ۶۰۶ھ

[12] دیباچہ ص ۴

دہلوی[1] نے "الفوز الکبیر"[2] میں اور حضرت حافظ عبد العزیز الفرہاروی[3] نے "النبراس"[4] میں اسی نظریہ کو پیش کیا ہے۔

اسی طرح بلند پایہ مفسرین میں سے حضرت علامہ ابو القاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری[5]، حضرت شہاب الدین احمد خفاجی[6] اور ممتاز ترکی عالم حضرت الشیخ اسماعیل حقّی البروسوی[7] نے اپنی تفسیروں میں مطہّرین سے مراد اُمّت کے صاحبِ وحی والہام بزرگ ہی لئے ہیں۔ تاریخِ اسلام ان بے شمار صلحائے اُمّت کے ایمان افروز واقعات سے بریز ہے جنہیں معلّمِ حقیقی کی طرف سے حقائقِ قرآنی سکھلائے گئے۔

حضرت ابویزید بسطامیؒ (جن کا شمار تیسری صدی ہجری کے سب سے زیادہ مشہور صوفیاء میں ہوتا ہے) فرمایا کرتے تھے "اَخَذْتُمْ عِلْمَکُمْ مَیِّتًا عَنْ مَّیِّتٍ وَّ اَخَذْنَا عِلْمَنَا عَنِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ"[8] تم لے اپنا علم مُردہ سے مُردہ ہی کے واسطے لیا ہے اور ہم نے اپنا علم اس حیّ و قیّوم سے لیا

---

[1] ولادت ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ ۔ [2] اُردو ترجمہ مطبوعہ دہلی صفحہ ۸۸
[3] متوفی ۱۲۳۹ھ [4] صفحہ ۱۰۵
[5] ولادت ۴۶۷ھ وفات ۵۳۸ھ کشّاف جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ ۔
[6] متوفی ۱۰۶۹ھ حاشیہ الشہاب علی البیضاوی جلد ۸ صفحہ ۱۵۰ ۔
[7] (زمانہ بارھویں صدی) تفسیر رُوح البیان جلد ۹ صفحہ ۳۳۸ ۔
[8] الیواقیت والجواہر للشعرانیؒ جلد ۱ صفحہ ۹۱ ۔

ہے جو کبھی نہیں مر سکتا۔

قدیم اسلامی لٹریچر میں ان مقرّبانِ بارگاہِ الٰہی کے جو الہامات و کشوف درج ہیں ان کے مطالعہ سے اِس عادت اللہ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ہر ایک کامل ملہَم پر عجائباتِ غیبیّہِ فرقان بھی ظاہر ہوتے ہیں اور بسا اوقات قرآن شریف کی آیت بھی الہام کے طور پر القاء ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ[1] حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ اور حضرت مولینا عبدالرحمٰن جامیؒ[2] نے سیّدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام[3] کا یہ مشہور واقعہ لکھا ہے کہ ایک بار آپ نماز میں غش کھا کر گر پڑے۔ جب اِس بارہ میں دریافت کیا گیا تو حضرت امامؑ نے فرمایا "مَا زِلْتُ اُرَدِّدُ الْاٰیَةَ حَتّٰی سَمِعْتُهَا مِنَ الْمُتَکَلِّمِ بِهَا" میں ایک آیت کو بار بار دُہراتا رہا یہاں تک کہ مَیں نے اس آیت کو خود اس کے متکلّم (یعنی ربِّ کعبہ یا فرشتہ) سے سُننے کا شرف حاصل کیا۔[4]

آپ کے علاوہ جن رُوحانی شخصیات پر قرآنی آیات کا الہاماً نزول ہُوا اُن میں حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ، حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ[5]، حضرت خواجہ میر درد دہلویؒ[6]، حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ[7] اور حضرت سیّد امیر الاحمد انزی

---

[1] متوفی ۶۳۲ھ ؛ [2] متوفی ۸۹۸ھ [3] ولادت ۸۰ھ وفات ۱۴۸ھ ؛
[4] تفسیر ابن عربی ج ۱ ص ۲ ۔ عوارف المعارف ج ۱ ص ۱۸ ۔ نفحات الانس مع سلسلۃ الذہب ص ۲۶۶ ؛ [5] ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ ؛
[6] ولادت ۱۱۳۳ھ وفات ۱۱۹۹ھ ؛ [7] ولادت ۱۲۳۰ھ وفات ۱۲۹۸ھ

النقشبندی مجدد صدی سیزدہم (پیر کوٹھا شریف[1]) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں[2]۔

یہ عجیب بات ہے کہ قرآنِ کریم کے علاوہ دیگر الہامی کتب کے مطالب انکی زبانوں کو جاننے والے علماء ظواہر پر منکشف ہوتے رہتے ہیں مگر قرآنِ کریم کے متعلق یہ شرط ہے کہ خواہ ظاہری طور پر کوئی بڑا عالم نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ سے الہام و کلام کا سچا تعلق رکھتا ہو قرآنی معارف اسی پر کھلیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عہدِ مبارک سے لے کر آج تک قرآنی علوم صرف خدا کے برگزیدہ بندوں کے ہاتھ سے ہی کھلتے رہے ہیں۔ جہاں دوسروں نے بڑی بڑی ٹھوکریں کھائیں جو لوگوں کے لئے گمراہی کا موجب بنیں وہاں صوفیاء اور اولیاء نہ صرف ان سے محفوظ رہے بلکہ انہوں نے لاکھوں کروڑوں کو کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے ذریعہ مسلمان کر کے درگاہِ خداوندی تک پہنچا دیا۔

## علومِ قرآنی کے انکشافات کا انقلابی دَور

چودھویں صدی ہجری میں علومِ قرآنی کے انکشاف کا ایک انقلابی دَور

---

[1] ولادت ۱۲۱۰ھ وفات ۱۲۹۴ھ۔

[2] "الفتوحات المکیۃ" جلد ۳ ص۳۵، "روضہ قیومیہ" کا ترجمہ حدیقۃ محمودیہ ص۲۲۳، علم الکتاب ص۱۶۱-۱۶۴، سوانح عمری حضرت مولوی عبداللہ غزنوی ص۱۸ مطبوعہ امرتسر، سلک السیر فی نظم الدرر مطبوعہ دہلی ص۱۳۳-۱۸۲۔

شروع ہوا جب کہ ایک طرف کتاب اللہ پر ہزار ہا انواع و اقسام کے عقلی اور فلسفیانہ حملے انتہا کو پہنچ گئے اور دوسری طرف وعدۂ خداوندی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر ع۲) ایک بار پھر اپنی پوری شان کے ساتھ ظاہر ہوا اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ سے بطونِ قرآن میں چھپے ہوئے ان بے شمار دقائق و حقائق کا پورے زور سے ظہور ہوا جن سے ہی اسلام ادیانِ باطلہ پر مکمل فتح پا سکے گا۔

یہ سچی اور حقیقی فتح قرآنی معارف اور لطائف اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ ہی ممکن تھی جو آپ کو حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی غلامی کے طفیل بذریعہ الہام عطا کیا گیا، جیسا کہ اہلِ کشف بزرگوں نے صدیوں قبل یہ خبر دی تھی کہ:۔

"یُلْهَمُ الْحُکْمَ بِشَرِیْعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحُکْمِ الْمُطَابَقَةِ بِحَیْثُ لَوْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَوْجُوْدًا لَأَقَرَّهٗ عَلٰی جَمِیْعِ اَحْکَامِهٖ کَمَا اَشَارَ اِلَیْهِ فِیْ حَدِیْثِ ذِکْرِ الْمَهْدِیِّ بِقَوْلِهٖ یَقْفُوْ اَثَرِیْ لَا یُخْطِیْ" [1]

یعنی امام مہدی علیہ السلام کو پورے طور پر شریعت محمدی

---

[1] "کتاب المیزان" سیّد عبدالوہاب شعرانیؒ الجزء الاوّل صفحہ ۴۶ مطبعہ حجازی بالقاہرہ۔

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق حکم کرنے
کا الہام کیا جائے گا یہاں تک کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم موجود ہوتے تو ان کے تمام جاری کردہ احکام کو تسلیم فرماتے
اور انہی کو قائم رکھتے۔

چنانچہ اس حدیثِ نبوی میں جس کے اندر امام مہدی علیہ السلام کا تذکرہ ہے
اس طرف اشارہ بھی ہے کیونکہ آپ اس میں فرماتے ہیں کہ یقفو اُثری لا
یُخطئ یعنی میرے قدم بقدم چلیں گے اور ذرا بھی خطا نہ کریں گے۔[1]

حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں یہ پیشگوئی بھی
فرمائی کہ علمائے ظواہر مسیح محمدی کے مجتہدات سے اِن کے مأخذ کے کمال
دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث اِنکار کر جائیں گے اور ان کو کتاب و
سُنّت کے مخالف گردانیں گے۔[2]

## حضرت بانیٔ احمدیّت کا عشقِ قرآن

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ احمدیت (علیہ الف الف التحیات) کو قرآنِ عظیم
سے ایک والہانہ عشق تھا جس کی نظیر زمانۂ نبوی کے بعد گذشتہ تیرہ صدیوں

---

[1] "مواہبِ رحمانی اُردو ترجمہ میزان الشعرانی" جلد اوّل صـــــ۱۱۸
(مطبع گلزار ہند سٹیم پریس لاہور)

[2] مکتوبات امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ دفتر دوم صـــــ۱۰۷ مکتوب ۵۲

میں کہیں نہیں ملتی۔ اسی طرح آپ نے جس شان کے ساتھ کتاب اللہ کی عظمت اور جلالت مرتبت کا سِکّہ مذاہبِ عالَم پر بٹھایا اور منکرینِ اسلام پر حُجّتِ اسلام پوری کی وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اِس سلسلہ میں حضور کی انقلاب انگیز تصنیف "البراھین الاحمدیہ علیٰ حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوّۃ المحمّدیہ" کا نام ہمیشہ سُنہری حروف سے لکھا جائے گا جس کو متفقہ طور پر اسلامی دُنیا کا شاہکار تسلیم کیا گیا۔ چنانچہ مشہور اہلِ حدیث عالم جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے اِس لاجواب کتاب پر شاندار تبصرہ کرتے ہوئے لکھا :۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب اِس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اِسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں .... اور اس کا مولّف بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نُصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔"

نیز لکھا :۔

"مولّف براہین احمدیہ نے مسلمانوں کی عزّت رکھ دکھائی

ہے اور مخالفینِ اسلام سے شرطیں لگا لگا کر تحدّی کی
ہے اور یہ منادی اکثر رُوئے زمین پر کر دی ہے کہ جس شخص
کو اسلام کی حقانیت میں شک ہو وہ ہمارے پاس آئے
اور اس کی صداقت دلائلِ عقلیہ قرآنیہ و معجزات نبوّتِ
محمدیہ سے (جس سے وہ اپنے الہامات و خوارق مراد رکھتے
ہیں) بچشمِ خود ملاحظہ کر لے۔"[1]

اِسی طرح لدھیانہ کے ممتاز رُوحانی پیشوا حضرت صوفی احمد جان صاحبؒ (جنہیں اُس زمانہ کے علماءِ ظواہر "قدوۃ الواصلین" اور "مسیحائے دَوراں" کے خطابات سے یاد کرتے تھے) "اشتہار واجب الاظہار" میں لکھا:۔

"یہ کتاب دینِ اسلام اور نبوّتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور قرآن شریف
کی حقّانیت کو تین سَو مضبوط دلائل عقلی اور نقلی سے ثابت کرتی ہے
اور عیسائی، آریہ، نیچریہ، ہنود اور برہمو سماج وغیرہ جمیع مذاہبِ
مخالفینِ اسلام کو از رُوئے تحقیق رَدّ کرتی ہے ...... یہ کتاب
مشرکین و مخالفین اسلام کی بیخ و بنیاد کو اکھاڑتی ہے اور
اہلِ اسلام کے اعتقادات کو ایسی قوّت بخشتی ہے جس سے

---

[1] اشاعت السنۃ جلد ۷ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰ و صفحہ ۳۱۸۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام کیا نعمتِ عظمیٰ ہے
اور قرآن شریف کیا دولت ہے اور دینِ محمدی کیا صداقت
ہے۔“ [1]

حضرت اقدس کے قلبِ صافی میں عشقِ قرآن اور انوارِ قرآنی سمندر کی طرح موجزن تھے۔ آپ کی باطنی کیفیت کا اندازہ لگانے کے لئے آپ کے عارفانہ کلام میں سے صرف دو شعر کافی ہیں :-

(۱) ؎ جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے [2]

(۲) ؎ دل میں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے [3]

آپ کی سب سے بڑی دِلی تمنا یہ تھی کہ قرآنِ عظیم کا خوبصورت اور خدانما چہرہ مشرقی اور مغربی دُنیا پر پوری طرح آشکارا ہو جائے جیسا کہ فرماتے ہیں :-

؎ صد بار رقص ہاکنم از خرمی اگر
بینم کہ حُسنِ دلکشِ فرقاں عیاں نماند

یعنی مَیں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا

---

[1] ”تاثراتِ قادیان“ صفحہ ۶۴-۶۸ (مرتبہ ملک فضل حسین صاحبؓ) ؁

[2] براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۸۳ ؁ [3] ”قادیان کے آریہ اور ہم“ ص۵۹ ؁

دلکش حُسن وجمال مخفی نہیں رہا۔

آپ کا دل دردوسوز میں ڈوب کر خون کے آنسو روتا تھا۔ خود فرماتے ہیں ؎

جانم کباب شد زغمِ ایں کتابِ پاک
چنداں بسوختم کہ خود امیدِ جاں نماند

اِس کتاب کے غم میں میری جان کباب ہوگئی اور مَیں اِس قدر جل گیا ہوں کہ بچنے کی کوئی امّید نہیں۔

آپؑ نے سراپا فریاد بن کر اپنے مولیٰ سے التجا کی ؎

یا رب! چہ بہرِ من غمِ فرقاں مقدر است
یا خود دریں زمانہ کسے راز داں نماند [۱]

یعنی اے ربّ! کیا میری تقدیر میں ہی فرقان کے لئے غم کھانا لکھا ہے یا اِس زمانہ میں میرے سوا اور کوئی رازدان اور واقفِ حقیقت ہی نہیں۔

خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے اِس عدیم المثال عاشقِ فرقان کی دعاؤں کو سُنا اور اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیّت جگہ دی اور اپنے پُرشوکت الہام سے مخاطب کرتے ہوئے یہ بشارت دی کہ وہ آپ کو ایسا جلیل القدر فرزند عطا فرمائیگا جس سے مرتبۂ کلام اللہ کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"اے مظفر تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں

---

[۱] اشتہار "اہلِ اسلام کی فریاد" درّثمین مترجم صہ ۳۸۲

ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور
کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔" ؎۱

اِس عظیم الشان پیشگوئی کے عین مطابق مصلح موعود کی شکل میں آپ کو ایک عظیم الشان رازدانِ قرآن بخشا گیا۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ خود فرماتے ہیں ؎

وہ بوجھ اُٹھا نہ سکے جس کو آسمان و زمیں
اُسے اُٹھانے کو آیا ہوں کیا عجیب ہوں مَیں

## حضرت مصلح موعودؓ کا عشقِ قرآن

سلطان البیان حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؒ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ سالانہ جلسہ ۱۹۰۶ء پر سترہ سال کی عمر میں پہلی پبلک تقریر "چشمۂ توحید" کے مضمون پر کی۔ فروری ۱۹۱۰ء میں درسِ قرآن کا آغاز کیا۔ ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ۸ر نومبر ۱۹۶۵ء کو انتقال فرمایا۔

حضورؒ نے اپنے پچاس سالہ عہدِ خلافت میں قرآنی مباحث سے متعلق

---

؎۱ ضمیمہ ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء صفحہ ۱۴۷ (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

شاندار اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ ہزاروں بصیرت افروز تقاریر فرمائیں اور خطبات ارشاد فرمائے جن کا مرکزی نقطہ قرآن مجید ہی تھا۔ معرفت کا یہ لازوال اور بیش بہا خزانہ سِلسلہ کے اخبارات میں بہت حد تک محفوظ ہے اور کتابی صورت میں بھی منظرِ عام پر آچکا ہے۔ علاوہ ازیں حضورؓ کے قلمِ مبارک سے قرآن مجید کی بہت سی معرکۃ آراء اور ایمان افروز تفاسیر شائع ہوئیں۔ مثلاً پہلے پارہ کی نادر تفسیر، "حقائق القرآن" "درس القرآن" "معارف القرآن" "تفسیر کبیر" اور "تفسیر صغیر" اِن میں سے ہر تفسیر مستقل امتیازی شان اور کئی خصوصیات رکھتی ہے خصوصاً "تفسیر کبیر" اور "تفسیر صغیر" جسے علمِ تفسیر کا شاہکار کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

تفسیر کبیر زیادہ تر اُن درسوں یا تفسیری نوٹوں پر مشتمل ہے جو حضورؓ نے قادیان، ڈلہوزی، کوئٹہ اور ربوہ میں دئے۔ اِس عظیم الشّان تفسیر کی ۱۱ (گیارہ) جِلدیں اور کُل صفحات قریباً ۵۹۰۶ ہیں اور تفسیر کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۴ صفحات پر محیط ہے۔ اِس طرح تفسیر کبیر و تفسیر صغیر کے صفحات کی مجموعی تعداد تقریباً ۷۲۶۰ تک جا پہنچتی ہے۔

حضرت سیّدنا محمود المصلح الموعود نوّر اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکات سے مرتبہ کلام اللہ کا اظہار کس شان سے ہُوا اور اس لعلِ تاباں اور مہرِ درخشاں کی کرنیں کس طرح ہزارہا پہلوؤں سے اُفقِ عالم پر چمکیں ؟؟ اس کی تفصیل کیلئے تو ایک دفتر درکار ہے۔ ؎

سفینہ چاہیئے اِس بحرِ بیکراں کے لئے

اِس مقالہ میں بطور نمونہ اِس کے صرف بارہ[۱۲] پہلو بیان ہوں گے۔ وما توفیقی اِلّا باللہِ العلیّ العظیم۔

# اوّلین پہلو

## (خدا تعالیٰ سے علومِ قرآن کی تعلیم)

اِس سلسلہ میں اوّلین پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید کا حقیقی مرتبہ اہل اللہ پر ہی کھل سکتا ہے جیسا کہ فرمایا لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:۸۰) چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہٗ نے کسی مدرسے کا کوئی ایک امتحان بھی پاس نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے الہامات، کشوف اور رؤیا کے ذریعے سے علمِ قرآن سکھایا اور غیر مذاہب کے مقابل پر ایسے ایسے حقائق و معارف کھولے کہ غیر مسلم دُنیا کو دَم مارنے کی مجال نہ رہی۔ حضرت مصلح موعودؓ ہی کے الفاظ میں اِس حقیقت پر روشنی ڈالنا زیادہ مناسب ہوگا۔ فرمایا:۔

> ۱۔ ”مَیں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ ہر دفعہ فیل ہی ہوتا رہا ہوں مگر اب مَیں خدا کے فضل سے کہتا ہوں کہ کسی علم کا مدعی آجائے اور ایسے علم کا مدعی آجائے جس کا مَیں نے نام بھی نہ سُنا ہو اور اپنی باتیں میرے سامنے مقابلہ کے طور پر پیش کرے اور مَیں اسے لاجواب نہ کر دوں تو جو اس کا جی چاہے کہے۔ ضرورت کے وقت ہر علم خدا مجھے سکھاتا ہے اور کوئی شخص

نہیں ہے جو مقابلہ میں ٹھہر سکے۔" [1]

۲ - "میں ابھی چھوٹا سا تھا میری عمر پندرہ سولہ سال کی ہوگی کہ میں نے رؤیا میں دیکھا جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے اور اس کے اُوپر کوئی چیز آ کر گرے تو اس میں سے ٹن کی آواز نکلتی ہے اسی طرح اس میں سے ٹن کی آواز آئی پھر وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی۔ پھر مجسّم ہوئی۔ پھر وہ ایک فریم بن گئی پھر اس میں سے ایک تصویر بنی پھر وہ تصویر متحرّک ہوگئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر میرے سامنے آیا اور اُس نے کہا میں خدا تعالیٰ کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں میں نے کہا سکھاؤ۔ اُس نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھانی شروع کی۔ جب وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ اِس آیت سے آگے نہیں بڑھیں۔ کیا میں آپ کو آگے بھی سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں! چنانچہ اس نے مجھے اگلی آیات کی بھی تفسیر سکھا دی۔ میری عمر اُس وقت پندرہ سال کی تھی اور اب اِس رؤیا پر چوالیس۴۴ سال گذر گئے ہیں۔ اس عرصۂ دراز میں جو علوم خدا تعالیٰ نے مجھے سورۂ فاتحہ سے سکھائے ہیں اُن کے ذریعہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر مذہب کا ردّ

---

[1] ملائکۃ اللہ صفحہ ۵۳، ۵۴

اِس صُورت سے کر سکتا ہوں اور پھر میرا دعویٰ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں دُنیا کی تمام اقتصادی تھیوریوں کا جواب موجود ہے خواہ بالشوزم ہو یا کیپیٹل اِزم ہو یا کوئی اَور ہو۔" [1]

۱۹۵۵ء کے سفرِ یورپ کے دَوران حضور نے زیورچ میں اِس موضوع پر چار پُر معارف خطبے دئے اور مدلّل انداز میں ثابت کیا کہ سورۂ فاتحہ میں اشتراکیّت اور سرمایہ داری کا ردّ موجود ہے۔ [2]

۳۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں۔ اور مَیں اِس بارہ میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا جس قدر شُکر ادا کروں کم ہے۔ اس نے کئی ایسی آیات جو مجھ پر واضح نہیں تھیں اُن کے معانی بطور وحی یا القاء میرے دل پر نازل کئے اور اِس طرح اپنے خاص علوم سے اس نے مجھے بہرہ ور کیا۔ مثال کے طور پر مَیں سورۂ بقرہ کی ترتیب کو پیش کرتا ہوں۔ مَیں ایک دن بیٹھا ہؤا تھا کہ یکدم مجھے القاء ہؤا کہ فلاں آیت اس کی کُنجی ہے۔ اور جب مَیں نے غور کیا تو اس کی تمام

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۶ صـ۲۷۶۔

[2] الفضل مئی جون ۱۹۵۵ء۔ "تاریخ احمدیت" جلد ۱۷ صـ۵۱۶، ۵۱۷۔

ترتیب مجھ پر روشن ہو گئی۔ اِس طرح سورۂ فاتحہ کے مضامین مجھے القاءً اور الہاماً اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا میں بتائے گئے تھے اس کے بعد خدا تعالیٰ نے میرا سینہ سورۂ فاتحہ کے حقائق سے لبریز فرما دیا۔ قرآن کریم کی ترتیبیں بیسوں آیات کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بطور القاء مجھے سمجھائی گئی ہیں مثلاً سورہ بروج اور سورہ طارق کا یہ جوڑ کہ اُن میں سے ایک سورۃ میں مسیحیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور دوسری سورت میں مہدویت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ بھی ان مضامین سے ہے جو لوگوں کی نگاہ سے مخفی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اُنکو ظاہر فرما دیا اور مجھے وہ دلائل دئے جن سے مَیں اپنے اس استدلال کو پوری قوت کے ساتھ ثابت کر سکتا ہوں اور کوئی منصف مزاج اُن دلائل کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتا۔ عقلی طور پر اسے بہرحال ماننا پڑے گا کہ میرا دعویٰ دلائل پر مبنی ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ کہہ دے کہ مَیں ان دلائل کو تسلیم نہیں کرتا لیکن اسے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ مَیں نے جو دعویٰ کیا ہے اس کے دلائل اور وجوہ موجود ہیں۔“ [1]

۴ ۔ ”غرض قرآن کریم کے کئی مشکل آیات کے معانی اللہ تعالیٰ نے اپنے

---

[1] تفسیر کبیر جزء چہارم نصف اوّل صفحہ ۲۸۳ ۔

القاء اور الہام کے ذریعہ مجھ پر منکشف فرمائے ہیں اور اس قسم کی بہت سی مثالیں میری زندگی میں پائی جاتی ہیں انہیں مشکل آیات میں سے میرے لئے ایک یہ سورۃ (فجر) بھی تھی.... جوں جوں سورۂ فجر کا درس نزدیک آتا گیا میرا اضطراب بھی بڑھتا چلا گیا میں نے کہا جب اِس سورۃ کے متعلق میری اپنی تسلی ہی نہیں ہوئی تو میں دوسروں کو کیسے مطمئن کر سکتا ہوں؟ مفسرین نے جو معنے بیان کئے ہیں وہ میں بیان کر سکتا تھا مگر جو ترتیب گذشتہ سورتوں سے میں بتاتا آرہا ہوں اس کے لحاظ سے چاروں کھونٹے قائم نہیں ہوتے تھے۔ پہلے خیال آیا کہ میں دوسروں کے معانی ہی نقل کر دوں کیونکہ یہ درس اب جلد کتابی صورت میں چھپنے والا ہے۔ کب تک میں اُن معانی کا انتظار کروں جو ترتیب کے مطابق ہوں شاید ترتیب کے مطابق معنے اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت کھول دے آخر پُرانے مفسروں نے کوئی نہ کوئی معنے اِن آیات کے کئے ہی ہیں۔ رازی نے بھی ان کے معنے لکھے ہیں۔ بحرِ محیط والوں نے بھی معنے لکھے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے بھی معنے کئے ہوئے ہیں اور ان تمام معانی کو ملحوظ رکھ کر کچھ نہ کچھ بات بن ہی جاتی ہے مگر چونکہ میرا دل یہ کہتا تھا کہ ترتیبِ آیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ معانی پوری طرح باہم منطبق نہیں ہوتے۔ مجھے اطمینان نہ ہُوا۔ یہاں تک کہ ۱۷ ماہِ صلح ۱۳۲۴ ہش مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۴۵ء بروز

بدھ مَیں سورہ غاشیہ کا درس دینے کے لئے مسجد مبارک میں آیا
مَیں نے درس سورۂ غاشیہ کا دینا تھا مگر مَیں غور سورۂ فجر پر
کر رہا تھا۔ اسی ذہنی کشمکش میں مَیں نے عصر کی نماز پڑھانی شروع
کی اور میرے دل پر ایک بوجھ تھا لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ
جب مَیں عصر کی نماز کے آخری سجدے سے سر اُٹھا رہا تھا تو ابھی
سر زمین سے ایک بالشت بھر اُونچا آیا ہوگا کہ ایک آن میں یہ
سورت مجھ پر حل ہوگئی۔ پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوُا ہے کہ سجدہ
کے وقت خصوصًا نماز کے آخری سجدہ کی حالت میں اللہ تعالےٰ
نے بعض آیات کو مجھ پر حل کر دیا مگر اِس دفعہ بہت ہی زبردست
تفہیم تھی کیونکہ وہ ایک نہایت مشکل اور نہایت وسیع مضمون پر
حاوی تھی۔ چنانچہ جب مَیں نے عصر کی نماز کا سلام پھیرا تو
بے تحاشا میری زبان سے الحمد لِلّٰہ کے الفاظ بلند
آواز سے نکل گئے۔" [1]

۵۔ قرآن مجید نے صفاتِ الٰہیہ کا جو مکمّل نقشہ کھینچا ہے اس کی تفصیل آپ پر ایک پُر از عرفان رؤیا میں ظاہر کی گئی جس سے انسان پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ـــــ فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک جرمن نومسلم نے مجھ سے

---

[1] تفسیر کبیر جز چہارم نصف اوّل صفحہ ۴۸۳ - ۴۸۵ ؎

کوئی سوال کیا ہے جس کے جواب میں مَیں نے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات پیش کی ہیں جن میں سے ایک ربّ بھی ہے۔ اِس پر اُس جرمن نومسلم نے کہا کہ ان صفات کا ذکر تو بائیبل میں بھی آتا ہے۔ اِس فقرہ کے دونوں معنے ہو سکتے تھے۔ یہ بھی کہ چونکہ بائیبل میں بھی بعض صفات کا ذکر ہے اِس لئے یہ دلائل عیسائیوں پر بھی اثر کر سکتے ہیں اور یہ معنے بھی ہو سکتے تھے کہ گویا قرآن کریم بائیبل کی نقل کرتا ہے۔ مَیں نے اِن دونوں معنوں کا خیال کر کے دل میں سوچا کہ یہ نومسلم ہیں ایسا نہ ہو کہ اِن کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ قرآن کریم کی بہت سی تعلیم بائیبل سے ملتی جلتی ہے پھر اس کی فضیلت کیا ہوئی؟ اِس خیال کے پیدا ہونے پر مَیں نے بڑے جوش سے اُن کے سامنے تقریر شروع کی کہ بائیبل میں جو یہ صفات آئی ہیں اُن سے قرآنی صفات کو امتیاز حاصل ہے۔ بائیبل میں محض رسمی ناموں کے طور پر وہ صفات بیان کی گئی ہیں اور قرآن کریم نے اِن صفات کی باریکیوں کو بیان کیا ہے اور اِن مضامین میں وسعت پیدا کی ہے اور اِن کے راز بیان کئے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے کہا۔ دیکھو! ربّ کا لفظ ہے بائیبل نے بھی خدا تعالیٰ کو پیدا کرنے والا یا پالنے والا کہا ہے یا زمین و آسمان کا خالق کہا ہے لیکن قرآن کریم یہ نہیں کہتا بلکہ قرآن کریم سُورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ کو رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے طور پر پیش کرتا ہے

اور لفظ ربّ اور لفظ عالمین دونوں اپنے اندر امتیازی شان رکھتے ہیں۔ ربّ صرف اِس مضمون پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ پیدا کرنے والا اور پالنے والا ہے بلکہ اِس امر پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ نہایت ہی مناسب طور پر انسان کی باریک در باریک قوتوں اور طاقتوں کو درجہ بدرجہ اور مناسبِ حال ترقی دیتا چلا جاتا ہے اور عالَمین کا لفظ محض زمین و آسمان پر دلالت نہیں کرتا بلکہ زمین و آسماں کے علاوہ مختلف اصناف کی مختلف کیفیتوں پر بھی دلالت کرتا ہے اور یہ مضمون پہلی کتب میں بالکل بیان نہیں ہُوا۔ مثلاً عالَمین میں جہاں یہ مراد ہے کہ اِس جہان کا بھی ربّ ہے اگلے جہان کا بھی ربّ ہے۔ آسمانوں کا بھی ربّ ہے زمینوں کا بھی ربّ ہے۔ وہاں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالَمِ اجسام اور عالَمِ ارواح اور عالَمِ نساء اور عالَمِ رجال پھر عالَمِ فکر اور عالَمِ شعور اور عالَمِ تصوّر اور عالَمِ تقدیر اور عالَمِ عقل اِن سب کا بھی وہی ربّ ہے یعنی وہ صرف روٹی ہی مہیّا نہیں کرتا وہ صرف انہی چیزوں کو مہیّا نہیں کرتا جو جسموں کو پالنے والی ہیں بلکہ وہ ارواح کے پالنے کا بھی سامان کرتا ہے اور پھر مختلف تقاضے جو انسان کی فطرت میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کی نشو و نما کے لئے اس نے قرآنِ کریم میں تعلیم دی ہے چنانچہ اِس قسم کے مضمون پر مَیں تفصیلی لیکچر ان کے سامنے دے

رہا ہوں اور خود مجھے بھی نہایت لذّت اور سرور حاصل ہو رہا ہے اور مَیں محسوس کرتا ہوں کہ ایک نیا مضمون اور نئی کیفیت میرے اندر پیدا ہو رہی ہے۔ یہی لیکچر دیتے دیتے میری آنکھ کھُل گئی"۔ [1]

۶۔ "وہ قرآن جو لوگوں کے لئے ایک سَر بمہر لفافہ تھا ہمارے لئے کھُلی کتاب ہے۔ اس کی مشکلات ہمارے لئے آسان کی جاتی ہیں اور اس کی باریکیاں ہمارے لئے ظاہر کر دی جاتی ہیں۔ کوئی دُنیا کا مذہب یا خیال نہیں جو اسلام کے خلاف ہو اور جسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم صرف قرآن کریم کی تلوار سے کاٹ کر ٹکڑے نہ کر دیں اور کوئی آیت ایسی نہیں جس پر کسی علم کے ذریعہ سے کوئی اعتراض پڑتا ہو اور خدا کی مخفی وحی ہمیں اسکے جواب سے آگاہ نہ کر دے"۔ [2]

حضور نے فضائل القرآن کے نام سے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۶ء تک سالانہ جلسہ پر نہایت مبسوط لیکچر دیئے جن میں دوسری مذہبی و الہامی کتب کے بالمقابل قرآن کی افضلیت کے چھبیس [۲۶] وجوہ پیش فرمائے اور آخر میں قرآنی استعارات کی فلاسفی بیان کر کے دُنیا بھر کے غیر مسلم لیڈروں کو چیلنج دیا کہ:۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۵ حصہ دوم صفحہ ۱۹۵ تا صفحہ ۱۹۷۔

[2] دعوۃ الامیر از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۲۷۴۔

" قرآن کریم میں کئی مقامات پر مجاز اور استعارہ بھی استعمال کیا گیا ہے مگر چونکہ قرآن کریم دائمی شریعت ہے اِس لئے اس نے ساتھ ہی محکم آیات بھی رکھ دی ہیں کہ جو کوئی دوسرے معنے کرنے ہی نہیں دیتیں۔ جب استعارے کو استعارے کی حد تک محدود رکھا جائے گا تو اس کے معنے ٹھیک رہیں گے مگر جب استعارہ کو حقیقت قرار دے دیا جائے گا تو دو آیتیں آپس میں ٹکرا جائیں گی۔ غرض قرآن کریم کا یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس کے مقابلہ میں باقی الہامی کتب قطعًا نہیں ٹھہر سکتیں .... قرآن کریم کو وہ عظمت حاصل ہے جو دُنیا کی اَور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ اور اگر کسی کا یہ دعوٰی ہو کہ اس کی مذہبی کتاب بھی اس فضیلت کی حامل ہے تو مَیں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئے اگر کوئی وید کا پَیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے اگر کوئی توریت کا پَیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے اگر کوئی انجیل کا پَیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے اور قرآن کریم کا کوئی ایسا استعارہ میرے سامنے رکھ دے جس کو مَیں بھی استعارہ سمجھوں پھر مَیں اس کا حل قرآن کریم سے ہی نہ پیش کر دوں تو وہ بے شک مجھے اِس دعوٰی میں جھوٹا سمجھے لیکن اگر پیش کر دوں تو اسے ماننا پڑے گا کہ واقعہ میں قرآن کریم کے سوا دُنیا کی اَور کوئی کتاب اِس خصوصیت کی حامل نہیں ہے۔"[1]

---

[1] فضائل القرآن صفحہ ۴۳۸، ۴۳۹ ۔

خدا کا یہ شیر، ساری عمر، مخالفینِ اسلام کو للکارتا رہا مگر کسی کو جرأت نہ ہوسکی کہ مردِ میدان بن کر آپؓ کے سامنے آسکے۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ خود فرماتے ہیں ؎

میرے پکڑنے پہ قدرت کہاں؟ تجھے صیاد!
کہ باغِ حُسنِ محمدؐ کی عندلیب ہُوں مَیں (کلامِ محمود)

# دوسرا پہلو

## (کلام اللہ صرف قرآن ہے)

دُنیا کی تمام مذاہب کی الہامی کتب میں صرف قرآن مجید کو یہ امتیازی خصوصیت اور مُنفرد شرف حاصل ہے کہ وہ کلام اللہ ہے۔ چنانچہ دوسرا پہلو جس سے حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ کلام اللہ کا مرتبہ ظہور پذیر ہُوا وہ یہ ہے کہ آپ نے یہ نظریہ پیش کر کے علمی دُنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا کہ

"قرآن کریم ایک ہی کتاب ہے جو کلام اللہ کہلا سکتی ہے۔ دوسری کتب خواہ الہامی بھی ہوں کلام اللہ نہیں کیونکہ ان میں انسانی کلام بھی شامل ہے۔ خالص کلام اللہ الف سے لے کر 'ی' تک، بسم اللہ سے لے کر 'والناس' تک صرف قرآن کریم ہے۔ یہ کتاب اُس وقت سے کہ نازل ہوئی ہمارے زمانہ تک جوں کی توں ہے نہ ایک لفظ کم نہ ایک لفظ زیادہ، نہ کوئی حکم ناقابلِ عمل نہ کوئی آیت منسوخ۔ ہر ایک حرکت و وقف بعینہٖ۔ پس اس کے سوا اَور کوئی کتاب نہیں

جسے اِس تعیین کے ساتھ اپنے لئے مشعلِ راہ بنایا جاسکے کہ اس سے کوئی مشتبہ حکم نہ ملے گا۔"[1]

آپ نے ثابت کیا کہ جس طرح "بَیت اللّٰہ" کا لفظ صرف خانۂ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے اسی طرح قرآن کے سوا کوئی اَور کتاب کلام اللہ کہلانے کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ اِس زبردست تحقیق کا خلاصہ مَیں حضورؓ ہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں:۔

قرآن کریم میں کلام اللہ کا لفظ تین جگہ آیا ہے اور تینوں جگہ قرآن کریم کے متعلق ہی استعمال ہوُا ہے کسی اَور کتاب کے متعلق نہیں۔ اِس لئے عقلاً یہی کہا جائے گا کہ قرآن ہی کلام اللہ ہے اور ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم بلا دلیل یہ خیال کریں کہ قرآن کریم کے سوا کوئی اَور آسمانی کتاب بھی کلام اللہ کے نام کی مستحق ہے۔ کتاب اللہ اور کلام اللہ میں فرق ہے۔ کتاب اللہ ہر اُس کتاب کو جس میں خدا کی باتیں ہوں کہا جاسکتا ہے لیکن کلام اللہ ہر ایک کو نہیں کہا جاسکتا۔ دوسری الہامی کتابوں کو کتاب اللہ کہا گیا ہے اور کتاب اللہ کا لفظ قرآن کے متعلق بھی موجود ہے مگر دوسرا لفظ کلام اللہ صرف قرآن کے لئے استعمال کیا گیا ہے کسی اَور کے لئے نہیں۔ یہ فرق ہے اور یہ بغیر حکمت کے نہیں۔ اِس فرق کو سمجھنے کیلئے

---

[1] تفسیر کبیر جلد اوّل (دیباچہ) جزاوّل۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء کی وحی کئی قسم کی ہوتی ہے: (۱) ایک وہ وحی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں کانوں پر پڑتی ہے اور زبان پر جاری ہوتی ہے (۲) دوسری وحی رؤیا و کشوف ہیں یہ الفاظ میں نہیں بلکہ نظاروں میں ہوتی ہے (۳) تیسری وحی خفی ہوتی ہے جو الفاظ میں نازل نہیں ہوتی نہ نظارہ دکھایا جاتا ہے بلکہ تفہیم اور انکشاف کے ذریعہ ہوتی ہے۔ دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی دل میں ڈالا جاتا ہے کہ یہ تمہارا خیال نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ڈالا گیا ہے اور الفاظ اس کو خود بنانے پڑتے ہیں۔ یہ سب سے اَدنیٰ وحی ہے۔ اب اگر ایک نبی اپنی تمام وحی کو ایک کتاب میں جمع کر دے جس میں وحیٔ کلام بھی ہو اور وحیِ کشف و رؤیا بھی ہو اور وحیِ خفی بھی نبی کے اپنے الفاظ میں ہو تو اسے ہم کتاب اللہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن ہم اسے کلام اللہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ سب کی سب کلام اللہ نہیں بلکہ اس میں ایک حد تک کلامِ بشر بھی ہے گو مضمون سب کا سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اِس وجہ سے وہ کتاب، کتابُ اللہ ہے۔ اب اِس فرق کو مدِنظر رکھ کر دیکھو تو دُنیا کی کوئی کتاب خواہ کِسی قوم کی ہو اور کِس قدر ہی شدّ و مد کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کی جاتی ہو کلام اللہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ایک بھی ایسی کتاب نہیں نہ موجودہ صورت میں اور نہ اُس صورت میں جس طرح کِسی

نبی نے دی تھی کہ اس کے تمام کے تمام الفاظ خدا تعالیٰ کے ہوں۔
غرض قرآن کریم کلام اللہ کے نام میں منفرد ہے۔ جس طرح
کعبہ بیت اللہ کے نام میں دوسرے بیوت سے منفرد ہے۔
خدا تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کو بیت اللہ قرار دیا ہے اور
قرآن کو کلام اللہ قرار دیا ہے۔ [1]

# تیسرا پہلو

## (کلمۂ طیبہ سے متعلق قرآنی مرتبہ کی شاندار تفسیر)

مشہور عربی لغت "لسان العرب" میں ہے:-
"المرتبۃ ــــ المنزلۃ عند الملوك" (جلد ۳ صفحہ ۲۱)
یعنی وہ مقام جو بادشاہوں کے نزدیک کسی کو حاصل ہو "مرتبہ"
کہلاتا ہے۔

خدا تعالیٰ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے متعدد آیاتِ قرآنیہ سے ہی یہ بات روزِ روشن
کی طرح عیاں ہے کہ بارگاہِ ایزدی میں قرآن پاک کو بلند ترین مقام حاصل ہے۔
حضرت مصلح موعودؓ نے اِن آیات کی تفسیر بھی ایسی اچھوتی، دلکش اور حسین انداز
میں فرمائی ہے کہ انسان کا قلب اِس پختہ یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید

---

[1] فضائل القرآن از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۷ (تلخیص)

کا مرتبہ دیگر الہامی کتب سے فائق اور رفیع تر ہے اور یہ حضرت مصلح موعودؓ کی قرآن دانی کا کمال ہے مثلاً سورۂ بنی اسرائیل کی آیت مَثَلُ کَلِمَۃٍ طَیِّبَۃٍ کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ میں قرآن مجید کا عالی مرتبہ بیان ہوا ہے۔ اگر ہم اس تعلق میں حضور کی حق و معرفت سے بھری ہوئی تفسیر کا ہی مطالعہ کریں تو انسان کی روح وجد میں آجاتی ہے۔ ذیل میں اس تفسیر کا خلاصہ حضورؓ ہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں:۔

یہ علامات شجرۂ طیبہ کی جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں تازہ کلامِ الٰہی کی جو مصفّٰی اور زندہ ہو ایسی بیّن تشریح کر دیتی ہیں کہ سچے اور جھوٹے کلام میں فرق کرنے میں کوئی مشکل ہی باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ جب ہم ان علامات کی روشنی میں قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو ہر علامت اس میں ایسے حیرت انگیز طور پر پائی جاتی ہے کہ بلید سے بلید آدمی بھی اِس امر کو تسلیم کرنے سے رُک نہیں سکتا کہ یہ کلام اپنے اندر بے نظیر خوبیاں رکھتا ہے اور وہ فوق العادت طاقتیں اس میں پائی جاتی ہیں اس حد تک کہ نہ کوئی انسانی کلام اور نہ سابقہ آسمانی کتب اس سے ان امور میں برابری کر سکتی ہیں۔ ایک مختصر تفسیر میں اِن امور کی تفصیلات بیان کرنے کا تو موقع نہیں مل سکتا لیکن اختصاراً میں ان امور کو قرآن کریم پر چسپاں کر کے بتاتا ہوں کہ یہ سب علامات قرآن کریم میں ایسے اعلیٰ اور اکمل طور پر پائی جاتی ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

سب سے پہلے مَیں طَیِّبَۃً کے لفظ میں جن خوبیوں کی طرف اشارہ ہے انہیں لیتا ہوں۔ طَیِّبَۃً کا لفظ جس چیز کے لئے بولا جائے اس کے لئے شرط ہے کہ اس میں ظاہری یا باطنی کوئی نقص نہ ہو۔ کوئی ضرر نہ ہو۔ اب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس کے اندر ہمیں یہ بات غیر معمولی طور پر نظر آتی ہے کہ باوجود اِس کے کہ اس میں ایسے مضامین بیان کئے گئے ہیں جو نہایت نازک ہیں لیکن پھر بھی اس کی زبان نہایت اعلیٰ اور تہذیب کے اِنتہائی نقطہ پر قائم رہتی ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات، حَیض و نفاس کا ذکر، عورت مرد کی جذباتی زندگی یہ سب کچھ اس میں بیان ہے لیکن ایسے عمدہ طریق سے کہ نازک سے نازک طبیعت اس سے صدمہ محسوس نہیں کرتی۔ اس کی زبان ایسی صاف ہے کہ نہ ثقیل لفظ ہیں نہ پیچیدہ بندشیں، نہ شاعرانہ تخیلات بلکہ ہر مضمون کو خواہ کس قدر مشکل ہو وہ اِس عمدگی سے اور ایسے سادہ لفظوں میں ادا کرتا ہے کہ نہ کانوں پر اس کی عبارت گراں گذرتی ہے نہ دماغ اس سے پریشان ہوتا ہے۔ تعلیم ایسی سادہ اور لطیف ہے کہ اس پر عمل کر کے کسی نقصان کا خطرہ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ دوسرے معنے طَیِّبَۃً کے یہ ہیں کہ اس کا موصوف خوبصورت ہو۔ اِن معنوں کی رُو سے بھی قرآن کریم سب کتب سے ممتاز نظر آتا ہے۔ اِس کا ظاہری حُسن ایسا نمایاں ہے کہ کوئی کتاب اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی۔ الفاظ کی خوبی،

بندش کی چُستی، محاورہ کا برمحل استعمال، عبارت کا تسلسل، مضمون کی رفعت، معانی کی وسعت، ایک سے ایک بڑھ کر خوبیاں ہیں کہ انسان نہیں کہہ سکتا کہ اِسے سراہے یا اُس کی تعریف کرے۔ انہی عربی الفاظ سے وہ بنتا ہے جو ہزاروں لاکھوں اَور کتب میں استعمال ہوئے ہیں مگر کیا مجال کہ کوئی اَور کتاب اسکے قریب تک پہنچ سکتی ہو۔ عرب اپنے خیالات کی نزاکت اور اپنے ادب کی بلندی اور اپنے ذخیرۂ الفاظ کی کثرت کی وجہ سے سب دُنیا کے لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور عرب قوم اَدب کی اِس قدر دلدادہ ہے کہ زور اور زَر اور علوِشان جیسی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی اشیاء بھی اُن کے نزدیک ادب کے مقابلہ پر ہیچ ہیں۔ وہ اپنے شاعروں کو پیغمبر اور اپنے ادیبوں کو دیوتا سمجھنے والے لوگ جن میں ادب اور ادیب کو ترقی کرنے کا بہترین موقع مل چکا تھا جب قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو زبانوں پر مُہر لگ جاتی ہے اور آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ نزول قرآن کریم کا زمانہ اُن کا بہترین ادبی زمانہ تھا۔ یا تو عرب کے چوٹی کے ادیب قریب ہی میں گذر چکے تھے یا ابھی زندہ موجود تھے وہ جب قرآن کریم کو سُنتے ہیں تو بے اختیار اس کے سحر ہونے کا شور مچا دیتے ہیں مگر وہی لفظ جو اس کے جھوٹا ہونے کے ثبوت کے

طور پر استعمال کیا گیا تھا اسی نے ظاہر کر دیا کہ عرب کا متفقہ فیصلہ تھا کہ قرآن کریم کا حُسن اِنسانی قوتِ تخلیق سے بالا تھا۔ اِنسانی دماغ نے بہتر سے بہتر ادبی مقالات بنائے تھے مگر اس جگہ اسے اپنے عجز کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ اَحْسَنِ الْخَالِقِيْنَ۔

اس کے مضامین کا بھی یہی حال ہے۔ اِن کی بلندی، اِن کی وسعت، ان کی ہمہ گیری، ان کا انسانی دماغ کے گوشوں کو منور کر دینا، انسانی قلوب کی گہرائیوں میں داخل ہو جانا، نرمی پیدا کرنا تو اس قدر کہ فرعونیت کے ستونوں پر لرزہ طاری ہو جائے، جرأت پیدا کرنا تو اس حد تک کہ بنی اسرائیل کے قلوب بھی ابراہیمی ایمان محسوس کرنے لگیں، عفو کو بیان کرے تو اِس طرح کہ عیسٰی علیہ السلام بھی انگشت بدنداں ہو جائیں، سزا کی ضرورت کو ظاہر کرے تو اس طرح کہ موسٰی کی رُوح بھی صَلِّ عَلٰی کہہ اُٹھے۔ غرض بغیر اس کے مضامین کی تفاصیل میں پڑنے کے ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ وہ ایک سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں۔

ایک باغ ہے جس کے پھلوں کا خاتمہ نہیں۔ آج تک اسکے حُسن کو دیکھ کر لوگ یہ کہتے چلے جاتے ہیں کہ یہ کلام بہت سے لوگوں نے مِل کر بنایا ہے مگر کیا؟ یہ خود اقرارِ حُسن نہیں!!

دوسری علامت کلمۂ طیبہ کی یہ بتائی گئی تھی کہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی علامت کی تشریح میں مَیں نے چھ باتیں بتائی تھیں جن کو اگر قرآن کریم کے متعلق دیکھا جائے تو وہ سب کی سب اس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

اوّل:۔ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے یعنی جس طرح زندہ درخت جس کی جڑھیں زمین میں پھیل کر ہر وقت غذا لے رہی ہوتی ہیں تازہ رہتا ہے اسی طرح قرآن کریم کی تازگی قائم ہے اور ہر وقت تازہ معانی اس سے ملتے ہیں۔ تیرہ سَو سال سے لوگ اس کی تفاسیر لکھ رہے ہیں اور بعض نے تو سَو سَو جِلدوں کی تفسیریں لکھی ہیں مگر باوجود اس کے تمام مطالب ختم نہیں ہوئے اَب بھی اس میں سے نئے نئے مطالب نکل رہے ہیں جس طرح درخت بظاہر وہی نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر تازہ رَسِ حیات کا زمین سے آتا رہتا ہے اسی طرح کلام وہی رہتا ہے لیکن اس کے تازہ مطالب حسبِ ضرورت کُھلتے رہتے ہیں اور ان کی طرف ذہن کا پھرانا اللہ تعالےٰ اپنے اختیار میں رکھتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی اِس کلام کو سوائے اُن کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے (واقعہ ع۳)

مضبوط جڑوں والے درخت کی دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ صدمات سے جُھکتا نہیں۔ حوادث کا مقابلہ مضبوطی سے کرتا ہے۔ کلام وہی مضبوط جڑھ والا کہلا سکتا ہے جو ہر زمانہ کے اعتراضوں کی برداشت کر سکے اور ان کا جواب اس کے اندر موجود ہو قرآن کریم میں یہ خوبی بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔ اِس کے اصول ایسے واضح ہیں کہ اس کے جُھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ نہ اسے بدلانے کی کسی کو اجازت ہے اور نہ خود اس کے اپنے الفاظ اس کے معانی کو بدلنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اسی طرح رُوحانی طور پر بھی ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض ٹکڑوں کو کوئی اختیار کرے اور بعض کو چھوڑ دے۔ اسی طرح یہ امر بھی ثابت ہے کہ قرآن کریم تبدیلئ زمانہ سے متاثر نہیں ہوتا۔ کوئی علم نکلے، کوئی ایجاد ہو اسکی تعلیم پر کوئی حملہ نہیں ہو سکتا۔

تیسری خصوصیت مضبوط جڑھ والے درخت کی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی جگہ کو چھوڑتا نہیں۔ یہ معنے بھی قرآن کریم میں بدرجۂ اعلیٰ پائے جاتے ہیں۔ قرآنِ کریم کے اصول ایسے پختہ ہیں کہ وہ کبھی بدلتے نہیں۔

چوتھی خصوصیت مضبوط جڑھ کے درخت کی یہ ہوتی ہے کہ

اس کی عمر لمبی ہو۔ جس قدر جڑھیں مضبوط ہوں درخت لمبی عمر پاتا ہے قرآن کریم پر تیرہ سو سال گذر چکے ہیں اب تک اس کی تعلیم قابلِ عمل ہے اور قابلِ عمل رہے گی۔

بلکہ جو لوگ اسے چھوڑ رہے تھے اب پھر اس کی تعلیم کی طرف واپس آ رہے ہیں۔ یورپین تہذیب کے دلدادہ اَب پھر اُس کی ظاہری خوبصورتی کا تلخ تجربہ کر لینے کے بعد دوبارہ قرآن کریم کی ٹھوس تعلیم کی خوبی کے قائل ہو رہے ہیں۔ سؤر کی حُرمت، شراب کی ممانعت، کثرتِ ازدواج کی اجازت، طلاق، عورت اور مرد کے اختلاط میں حزم و احتیاط، ورثہ وغیرہ بیسیوں امور ہیں کہ جن میں قرآنی اصول کی برتری کو دُنیا پھر تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہی ہے اور اِس طرح قرآن کی عمر جو ہمارے نزدیک تو تا قیامت ہے دشمنوں کے نزدیک بھی لمبی ہوتی نظر آتی ہے۔

پانچویں خصوصیت مضبوط جڑھوں والے درخت کی یہ ہوتی ہے کہ وہ اچھی مٹی میں اُگتا ہے اسی طرح کلامِ الٰہی اپنے حُسن کو تبھی ظاہر کر سکتا ہے جب ایسی قوم اس کی حامل ہو جو اس سے مناسبت رکھتی ہو اور اسے اپنے دلوں میں جگہ دینے کو تیار ہو۔ اس کی طرف قرآن کریم میں یہ کہہ کر اشارہ کیا گیا ہے۔ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (فاطر رکوع ۲) عملِ صالح ایمان کو ترقی دیتا ہے یعنی درخت تو ایمان ہے لیکن وہ عملِ صالح کے بغیر بڑھتا نہیں۔

قرآنِ کریم کو یہ بات بدرجہ اتم حاصل ہے جب یہ ظاہر ہوا تب
بھی ایک ایسی جماعت اسے میسّر ہوئی جنہوں نے اس کا درخت
اپنے دلوں میں لگایا اور اپنے خون سے اس کی آبیاری کی اور اس کے
بعد سے لے کر آج تک یہ بات اسے میسّر ہے۔

چوتھی خصوصیت مضبوط جڑھوں والے درخت کی یہ ہوتی ہے
کہ اس کا منبع ایک ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم کی
تعلیم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے انسانی ہاتھ کا
اس میں دخل نہیں۔ اس نے آہستہ آہستہ نشو ونما حاصل نہیں کیا
بلکہ یکدم ایک ہی شخص کے دل پر اسے نازل کیا گیا۔ وہ زمانہ کی رَو
کی ترجمانی نہیں کرتی کہ اسے صدیوں کے فلسفہ کا خلاصہ کہا جائے
جیسا کہ اچھی انسانی کتاب کا حال ہے بلکہ وہ اکثر امور میں زمانے
کے رَو کا مقابلہ کرتی اور اُن کے خلاف چلتی ہے اور اپنے لئے
ایک بالکل نیا راستہ بناتی ہے جس سے صاف نظر آتا ہے کہ وہ
اپنی غذا ایک ہی جگہ سے لیتی ہے۔

تیسری علامت شجرہ طیبہ کی یہ بیان فرمائی تھی کہ فَرْعُهَا
فِي السَّمَاءِ اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ آسمان
میں شاخوں کے پھیلنے کے معنٰی میں نے اوپر بیان کئے ہیں اور ان
معانی کے رُو سے بھی قرآنِ کریم ایک ممتاز کتاب نظر آتی ہے۔

پہلی خصوصیت فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ کی میں نے یہ بتائی تھی کہ

اس پر چڑھ کر انسان آسمان تک پہنچ سکے گا۔ یہ خصوصیت قرآن کریم میں واضح طور پر پائی جاتی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے عاملین میں ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جو اِس امر کے مدعی تھے کہ قرآن کریم کے ذریعے سے انہیں رُوحانی صعود حاصل ہؤا یہاں تک کہ وہ خدا تعالیٰ تک جا پہنچے اور اس کے خاص فضلوں کو انہوں نے حاصل کیا۔

دوسری خصوصیت فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ کلامِ الٰہی کی تعلیم اعلیٰ اَخلاق پر مشتمل ہوتی ہے کیونکہ اُونچا درخت بلند خیالی اور وسعتِ اخلاق پر بھی دلالت کرتا ہے۔ یہ امر بھی قرآن کریم میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی اخلاقی تعلیم ایسی اعلیٰ تعلیم ہے اور درخت کی شاخ کی طرح ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف گئی ہے کہ کسی اَور کتاب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

تیسری خصوصیت فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ کے ماتحت یہ ہے کہ اس کی شاخیں بہت ہوں۔ اِس خصوصیت میں بھی قرآن کریم کو ایک ممتاز درجہ حاصل ہے اس کی تعلیم اِس قدر مطالب پر حاوی ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک مختصر سی کتاب ہے۔ اناجیل سے بھی چھوٹی لیکن اس کے اندر اس قدر مطالب پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اس سے ہزاروں گُنے زیادہ حجم کی کتب میں وہ مضامین نہیں ملتے۔

عبادات ہیں تو ان کی ہر شاخ اس میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔
معاملات ہیں تو ان کی ہر شاخ اس میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔
عِلم الاخلاق۔ تمدّن۔ سیاست۔ اقتصادیات۔ پیشگوئیاں۔ الٰہیات۔
تصوّف۔ عِلم المعاد۔ عِلم کلام اور ان سب علوم کے فلسفے اور تفصیلات
قرآن کریم میں موجود ہیں اور ایسے کامل طور پر موجود ہیں کہ اس کے
بعد کسی اَور کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

چوتھی خصوصیت فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ کے ماتحت یہ ہے کہ
اس کا سایہ وسیع ہو یعنی وہ ہر فطرت کے انسانوں کے لئے تسلّی
دینے کا موجب ہو۔ قرآن کریم میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔
کسی طبعی تقاضے کو ضائع نہیں کیا گیا۔ کچلا نہیں گیا۔

**چوتھی علامت** شجرہ طیبہ کی یہ بتائی گئی تھی کہ ہر آن اپنے
پھل دیتا ہے۔ ایک تو یہ خصوصیت معلوم ہوتی ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ
پھل دیتا رہے یعنی اس میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو اس کی اعلیٰ
تعلیم کے مظہر ہوں۔ یہ خاصیّت بھی قرآن کریم میں پائی جاتی ہے بلکہ
اِس وقت صرف اِس میں پائی جاتی ہے یعنی اس پر عمل کرنے والے
لوگ اس کے ذریعہ سے ایسے اعلیٰ مقامات تک پہنچتے ہیں کہ گویا وہ
مجسّم قرآن ہو جاتے ہیں۔

دوسری خصوصیت تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ کے ماتحت یہ
معلوم ہوتی ہے کہ وہ دائمی نجات دے۔ اِس دعویٰ میں بھی قرآن کریم

سب دوسری کتب سے بڑھا ہوُا ہے ہمیشہ کی زندگی کا مضمون جس وضاحت سے اور جس طرح بادلائل قرآن کریم میں بیان ہوُا ہے اس سے دسواں حصّہ بھی دوسری کتب میں نہیں ہے اگر ہے تو کوئی شخص پیش کر کے دیکھ لے۔

پانچویں خصوصیت اِس آیت میں کلمہ طیبہ کی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ بِاِذْنِ رَبِّهَا پھل دے۔ اِس میں اِس طرف اشارہ ہے کہ اس کے نتائج طبعی نہ ہوں بلکہ طبعی نتائج سے بالا ہوں۔ طبعی نتائج صرف اِس قدر ثابت کر سکتے ہیں کہ اِس کتاب نے قوانینِ قدرت کا اچھا نقشہ پیش کیا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کرتے کہ وہ کتاب کسی ایسی ہستی کی طرف سے ہے جو طبعیات پر حاکم ہے۔

پس ضروری ہے کہ اگر کتاب آسمانی ہے تو اس کے طبعی نتائج کے علاوہ فوق الطبعی نتائج بھی نکلیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی ایسی علامات ظاہر ہوں کہ جو طبعی نتائج سے ممتاز اور علیحدہ ہوں اِس امر میں بھی قرآن کریم دوسری کتب سے بدرجہ غایت اعلیٰ اور اکمل ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جس طرح فوق الطبعی نشانات آپؐ کے لئے اور آپؐ کے اتباعؓ کے لئے ظاہر ہوئے وہ دوسری مثال نہیں رکھتے اور آپؐ کے بعد بھی قرآن کریم پر سچے طور پر عمل کرنیوالے لوگوں کے ساتھ نشاناتِ الٰہیہ کا سِلسلہ اِس طرح وابستہ چلا آیا ہے کہ ہر عقلمند اس سے بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ کسی ایسی

ہستی کا تعلق ہے جو طبعی قوانین پر حاکم ہے اور جس پر خوش ہوتی ہے اس کے لئے غیر معمولی سامانوں سے نصرت کے سامان پیدا کر دیتی ہے اس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ جن کی برکت سے اِس آیت کے اِس قدر وسیع مطالب کھلے ہیں کہ اس بِاِذْنِ رَبِّهَا والے نتائج کی تازہ مثال ہیں اور آپؑ کے بعد آپؑ کی جماعت سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کے اسی سلوک کے تحت باوجود شدید مخالفت کے وہ روز بروز ترقی کر رہی ہے۔ فسبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر۔ [1]

# چوتھا پہلو

## (ترتیبِ قرآنی کا معجزانہ نظام)

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے (آپ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار سلامتی ہو) خدا سے علم پاکر تفسیرِ قرآن کا یہ سنہری اصول مسلمانانِ عالم کے سامنے رکھا کہ

"قرآن شریف کی ظاہری ترتیب پر جو شخص دلی یقین رکھتا ہے اس پر صدہا معارف کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور صدہا باریک در باریک نکات تک پہنچنے کے لئے یہ ترتیب

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم ص۲۶۸ تا ص۲۷۴ (تلخیص)۔

اس کو رہنما ہو جاتی ہے اور قرآن دانی کی ایک کُنجی اس کے
ہاتھ میں آجاتی ہے گویا ترتیب ظاہری کے نشانوں سے قرآن
خود اسے بتلاتا جاتا ہے کہ دیکھو! میرے اندر یہ خزانے ہیں
لیکن جو شخص قرآن کی ظاہری ترتیب سے منکر ہے وہ بلاشبہ قرآن
کے باطنی معارف سے بھی بے نصیب ہے۔" [1]

نیز فرمایا کہ:۔

"ترتیب کا ملحوظ رکھنا بھی وجوہ بلاغت میں سے ہے بلکہ اعلیٰ درجہ
کی بلاغت یہی ہے جو حکیمانہ رنگ اپنے اندر رکھتی ہے .... یہ بات
تو ہر ایک شخص مانتا ہے کہ اگرچہ ترکِ ترتیب جائز ہے لیکن اس میں کچھ
کلام نہیں کہ اگر مثلاً دو کلام ہوں اور ایک اُن میں سے علاوہ دوسرے
مراتبِ فصاحت و بلاغت کے ترتیب ظاہری کا بھی لحاظ رکھتا ہو اور
دوسرا کلام اس درجہ فصاحت سے گِرا ہوُا ہو اور اس میں قدرت
نہ ہو کہ سلسلہ ترتیب کو نباہ سکے تو بلاشبہ ایک فصیح اور ادیب اور
نقّاد کلام کا اس کلام کو بہت زیادہ درجہ فصاحت دے گا جو علاوہ
دوسرے کمالاتِ فصاحت اور بلاغت کے یہ کمال بھی اپنے اندر رکھتا
ہے یعنے اس میں ترتیب بھی موجود ہے اور اس سے زیادہ کوئی گواہ

---

[1] تریاق القلوب صفحہ ۳۲ حاشیہ در حاشیہ۔ رُوحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۶ +

نہیں کہ قرآن کریم نے اوّل سے آخر تک صنعتِ ترتیب کو اختیار کیا ہے
اور باوجود اس کے نظمِ بدیع اور عبارتِ سلیس کو ہاتھ سے نہیں دیا۔
اور یہ اس کا بڑا معجزہ ہے جو ہم مخالفین کے سامنے پیش کرتے
ہیں اور اس صنعت اور ترتیب کی برکت سے ہزارہا نکات
قرآن شریف کے معلوم ہوتے جاتے ہیں۔" [1]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ وہ عظیم مفسر ہیں جنہیں ترتیب کا مضمون اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر سمجھایا جس سے آیتوں اور سورتوں کے تسلسل اور ربط کا حیرت انگیز نظامِ قرآنی آنکھوں کے سامنے آگیا۔ حضورؓ خود فرماتے ہیں :-

"میرا ترجمہ اور میری تفسیر ہمیشہ ترتیبِ آیات اور ترتیبِ سُوَر کے ماتحت ہوتی ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص اس نکتہ کو مدِنظر رکھے گا وہ فوراً یہ نتیجہ نکال لے گا کہ اس ترتیب کے ماتحت فلاں فلاں آیات کے کیا معنیٰ ہیں۔" [2]

"اس طرح میری تفسیر کے نوٹوں سے انسان سارے قرآن کی تفسیر سمجھ سکتا ہے۔" [3]

حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک "قرآنی مضامین کی ترتیب عام کتب کی ترتیب کے

---

[1] تریاق القلوب صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۷۔
[2] تفسیر کبیر جلد سوم دیباچہ صفحہ ۲۔
[3] الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۶۲ء۔

مطابق نہیں بلکہ طبعی ترتیب ہے۔ وہ اپنے مضامین میں جو ترتیب رکھتا ہے وہ اس ترتیب سے علیحدہ ہے جو انسان اپنی کتابوں میں رکھتے ہیں۔ قرآن کریم اس چیز کو جو سب سے پہلے بیان ہونی ضروری ہو بیان کرتا ہے اور پھر اس کے متعلق انسانی قلب میں پیدا ہونیوالے تمام وساوس اور شبہات کا ازالہ کرتا ہے .... غرض قرآن کریم کا یہ کمال ہے کہ اس نے اپنے مضامین میں ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی ترتیب رکھی ہے جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ اُدھر ایک سوال فطرتِ انسانی میں پیدا ہوتا ہے اور اِدھر قرآن کریم میں اس کا جواب موجود ہوتا ہے۔"[1]

حضور رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی اِس نہایت لطیف اور فلسفیانہ ترتیب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"قرآن کریم بغیر اس کے کہ ترتیب کی طرف اشارہ کرے علم النفس کے ماتحت اپنے مطالب کو بیان کرتا ہے اور جو سوال یا جو ضرورت کسی موقعہ پر پیش آتی ہے اس کا اگلی عبارتوں میں جواب دیتا ہے گویا اس کی ہر اگلی آیت میں پچھلی آیات کے مطابق جو سوال پیدا ہوتے ہیں اُن کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ باریک ترتیب اور کسی کتاب میں نہیں ہے۔ بائبل کے متعلق لوتھر (LUTHER) لکھتا

---

[1] تفسیر سورۃ البقرہ ص ۴۹۹

ہے :-

"The Gospels do not keep order in their account of miracles and deeds of Jesus. This is of small moment. When there is dispute about Holy Writ and no comparison is possible let the matter drop."

Emile Ludwig in his Book "Son of man" says, "Almost all the contradictions arise out of the disorderly nature of the reports. The Gospels, the four main sources of knowledge, contradict one another in many respects and are upon some points contradicted by the scanty non-christians authorities".

"Moreover there is confusion in serial arrangement, a confusion which has been deplored through out centuries". (Page 11, 12)

یعنی بائبل میں ترتیب واقعات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ پس اس کے بیانات کے بارہ میں جب کوئی جھگڑا پیدا ہوا اور سلجھاؤ کی کوئی صورت دکھائی نہ دے تو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔

اُئیمِل لُڈوِگ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ موجودہ انجیل ہمیں بالکل بے ترتیب نظر آتی ہے۔ وہ اپنی کتاب "ابنِ آدم" میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انجیل میں ہمیں جو بھی تضاد نظر آتا ہے وہ واقعات کی بے ترتیبی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اناجیل جو ہمارے علم کے چار بڑے سرچشمے ہیں کئی امور میں ایک دوسرے کے مخالف بیانات کی حامل ہیں اور غیر عیسائی محققین نے بھی انہیں متضاد قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ترتیب میں اس قدر اُلجھنیں ہیں کہ صدیوں سے خود مسیحی اس پر افسوس کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں۔

اسی طرح ویدوں کو پڑھا جائے تو وہاں بھی ترتیب کا کچھ پتہ نہیں لگتا معلوم نہیں ہو سکتا کہ ایک واقعہ کا دوسرے واقعہ سے کیا جوڑ ہے۔" [1]

سینکڑوں آیات جو بے ربط اور بے جوڑ سمجھی گئیں سیدنا حضرت مصلح موعود (نوّر اللہ مرقدہٗ) نے خداداد علم اور فراست سے ان کی ایسی شاندار ترتیب نمایاں فرمائی کہ عقلِ انسانی دنگ رہ گئی۔ نمونۃً چار مثالیں پیش کرتا ہوں۔

**پہلی مثال:۔**

لوگوں کو سورۂ بقر کی ترتیب میں دِقّتیں پیش آئی ہیں۔ لوگ حیران ہوتے ہیں

---

[1] بحوالہ "فضائل القرآن" صفحہ ۲-۷۵ ﴿

کہ کہیں کچھ ذکر ہے کہیں کچھ۔ کہیں بنی اسرائیل کا ذکر آجاتا ہے کہیں نماز روزہ کا۔ کہیں طلاق کا کہیں ابراہیم علیہ السلام کے مباحثات کا اور کہیں طالوت کا۔ ان تمام واقعات کا آپس میں جوڑ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایک بار فہم قرآن کی ایک خاص تجلی سے آپ کو پوری سورت کا باہمی ربط سکھلا دیا اور ایک آسمانی کلید اس کے حل کے لئے عطا فرمائی۔ اِس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ کی زبانِ مبارک سے پڑھیئے۔ فرماتے ہیں :۔

"حضرت (مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ — ناقل) کی زندگی کا واقعہ ہے کہ منشی فرزند علی صاحب نے مجھ سے کہا کہ مَیں تم سے قرآن پڑھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت اُن سے اس قدر واقفیت نہ تھی۔ مَیں نے عذر کیا مگر انہوں نے اصرار کیا۔ مَیں نے سمجھا کوئی منشاءِ الٰہی ہے آخر مَیں نے اُن کو شروع کرا دیا۔ ایک دن پڑھا رہا تھا کہ میرے دِل میں بجلی کی طرح ڈالا گیا کہ آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ (الآیہ : البقرہ ۱۳۰:۱) سورۂ بقرہ کی کلید ہے اور اِس سورۃ کی ترتیب کا راز اِس میں رکھا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سورہ بقرہ کی ترتیب پورے طور پر میری سمجھ میں آگئی۔"[1]

**دوسری مثال :۔**

سورۂ مریم میں پہلے حضرت ذکریاؑ پھر حضرت یحییٰؑ اور پھر حضرت مسیحؑ کا ذکر کیا

---

[1] منصبِ خلافت (تقریر مصلح موعودؓ) ۱۲ر اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۲۶۔

گیا ہے اور حضرت مسیحؑ کے بعد بالترتیب حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ اور پھر حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ یہ ترتیب نبیوں کی تاریخی ترتیب کے بالکل خلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضورؐ کو یہ علم ہی نہیں تھا کہ کون سا نبی پہلے گذرا ہے اور کون سا بعد میں؟

دوسری تفسیروں میں تو اس کا کوئی حل نہیں ملتا مگر حضرت مصلح موعودؓ نے اس قرآنی ترتیب کا ایسا تعجب خیز فلسفہ پیش کیا ہے کہ تاریخی ترتیب اس کے سامنے بالکل ہیچ نظر آتی ہے اور قرآنی ترتیب ہی طبعی ترتیب معلوم ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"مسیح کے بعد ابراہیمؑ کا ذکر قابلِ اعتراض نہیں بلکہ طبعی ترتیب یہی تھی کہ ابراہیم کا ذکر کیا جاتا اور یہ ترتیب دو وجوہ سے اختیار کی گئی ہے۔

اوّل یہ بتانے کے لئے کہ بانیٔ سلسلۂ موسویہ یا اسرائیلی شرک کا دشمن تھا پھر اُن کی نسل کا ایک فرد شرک قائم کرنے والا کس طرح ہو سکتا ہے؟

دوم یہ بتانے کے لئے کہ ابراہیمؑ نے دو بیٹوں کے متعلق خبر دی تھی ایک اسحٰقؑ کی جس میں سے موسیٰؑ نے سلسلہ کی بنیاد رکھی دوسرے اسمٰعیلؑ کی۔ موسوی سلسلے کو کبھی ختم ہونا چاہیئے تھا تاکہ اسمٰعیلی سلسلے کے وعدے شروع ہوتے۔ پس مسیحؑ کی آمد سے جو بغیر باپ کے تھا اسرائیلی سلسلہ ختم ہوا تاکہ اسمٰعیلی سلسلہ شروع ہو۔ اِسی

وجہ سے اِس سورۃ میں پہلے ذکریاؑ کا ذکر کیا جو مسیح کے لئے بطور ارہاص آنے والے وجود کے والد تھے۔ پھر حضرت یحییٰؑ کا ذکر کیا کہ وہ مسیح کے لئے بطور ارہاص آئے تھے۔ پھر مسیح کا ذکر کیا اور اِس بات کے دلائل دئے کہ وہ خدا تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے اس کے بعد ابراہیمؑ کا ذکر کیا اور بتایا کہ جب مسیحیت ایک شاخ ہے ابراہیمی سلسلہ کی، تو تم سوچو کیا یہ شرک کی تعلیم جڑ میں بھی پائی جاتی تھی یا نہیں۔ جب ابراہیم جس کی تم ایک شاخ ہو موحد تھا تو اس کی نسل کا ایک فرد شرک کو قائم کرنے والا کس طرح ہو گیا.... انبیاء کی ترتیب کے بارے میں یہ وہ علم ہے جو خدا تعالیٰ نے صرف مجھے ہی عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ تیرہ سو سال میں جس قدر تفاسیر لکھی گئی ہیں اُن میں سے کسی تفسیر میں بھی یہ مضمون بیان نہیں کیا گیا اور کوئی نہیں بتاتا کہ نبیوں کا ذکر کرتے وقت یہ عجیب ترتیب کیوں اختیار کی گئی ہے صرف مجھ پر خدا تعالیٰ نے اِس نکتہ کو کھولا ہے جس سے اس ترتیب کی حکمت اور اہمیت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔" [1]

## تیسری مثال :-

قرآن میں ہے :-

جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥ (نحل: ۷۹)

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۴ صد ۲۶۳، ۲۶۴ ۔

اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دِل پیدا کئے تاکہ تم شُکر ادا کرو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اِس آیت کی تفسیر بڑے سائنٹیفک انداز میں کی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اِس آیت میں کانوں کے بعد آنکھوں اور آنکھوں کے بعد دلوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اسی ترتیب سے یہ اعضاء انسان کے عِلم بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بچّہ کے کان کام کرتے ہیں اس کے بعد آنکھیں اور سب کے بعد دل یعنی قوتِ فکریہ کام کرتی ہے۔ آج سائنس نے ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلے بچّہ کے کان کام کرنے لگتے ہیں اور اس کے بعد آنکھیں کام شروع کرتی ہیں اور سب سے آخر قوتِ فکریہ کام کرنا شروع کرتی ہے۔ چنانچہ جانوروں میں بچّہ کی آنکھیں بعض دفعہ کئی کئی دن کے بعد کُھلتی ہیں۔ اس عرصہ میں صرف کان کام کر رہے ہوتے ہیں۔ انسانوں کے بچّوں کی آنکھیں بظاہر کُھلی ہوتی ہیں لیکن ان کا فعل کانوں کے فعل کے بعد شروع ہوتا ہے اور قوتِ فکریہ تو ایک عرصہ کے بعد کام شروع کرتی ہے۔ یہ ترتیب بھی قرآن کریم کے کلامِ الٰہی کا ایک ثبوت ہے کیونکہ اس میں وہ مضمون بیان کئے گئے ہیں جو اُس زمانہ میں مخفی تھے۔"[1]

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۷۰۴، ۷۰۵۔

## چوتھی مثال:۔

سُورۂ نور کا آغاز حضرت عائشہؓ کے واقعہ افک سے ہوتا ہے اور اختتام آیتِ اِستخلاف پر۔ اِن کا باہمی اِتصال کیا ہے؟ اِس نہایت اہم پہلو پر کسی مفسّر نے آج تک قلم نہیں اُٹھایا لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے تاریخ کی روشنی میں اِن کے باہمی اتصال کو ایسا بیّن اور واضح کر دیا ہے کہ علمِ کلام کے زاویے ہی بدل گئے!! حضور معاندانِ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آپ پر الزام یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بُغض کی وجہ سے لگایا گیا یا پھر حضرت ابو بکرؓ کے بُغض کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام حاصل تھا وہ تو الزام لگانے والے کِسی طرح چھین نہیں سکتے تھے انہیں جس بات کا خطرہ تھا وہ یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ اپنی اغراض کو پورا کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ آپؐ کے بعد خلیفہ ہونے کا اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ ابو بکرؓ ہی ہے۔ پس اِس خطرہ کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گِر جائیں اور ان کے گِر جانے کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں میں جو مقام حاصل ہے وہ بھی جاتا رہے اور مسلمان آپ سے بدظن ہو کر اس عقیدت کو ترک کر دیں جو انہیں آپ سے تھی اور اِس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ ہونے کا

دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگنے کے واقعہ کے بعد خلافت کا ذکر بھی کیا[1]

کتابُ اللہ کے نظامِ ترتیب کو عارفانہ انداز میں اُجاگر کرنے کا کارنامہ اِس اعتبار سے بھی غیر معمولی عظمت و اہمیت رکھتا ہے کہ مستشرقینِ یورپ نے خاص طور پر قرآن کریم کی بے ربطی کا اعتراض اُٹھایا ہے۔ چنانچہ مسٹر تھامس کارلائل (MR. THOMAS CARLYLE) جیسے مشہور مستشرق نے کہا ہے:۔

"I must say, it is as toil some reading as I undertook. A wearisome confused jumble, crude, incondite; endless iterations, long windedness, entanglement; most crude, incondite——in supportable stupidity, in short. Nothing but a sense of duty could carry any European through the Koran".

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۵ حصہ اول ص۳۲۵۔

[2] ON HEROES HEROE-WORSHIP
BY THOMAS CARLYLE—Page 79
GEORGE G. HARRAP & Co. LTD.
PARKER STREET
KINGSWAY—LONDON

(ترجمہ) مجھے یہ ضرور کہنا چاہیئے کہ مطالعۂ قرآن میرے لئے نہایت ہی تھکا دینے والا ایک کٹھن عمل تھا، جو کبھی مَیں نے اختیار کیا ہو۔ قرآن کی عبارتیں اُکتا دینے والی، ژولیدہ بیانیوں سے بھرپور، بھونڈے، مُنتشر اور بے ہنگم الفاظ کا ملغوبہ، اِنتہائی بے ترتیبی، بے ربطی اور بدنظمی سے معمور ہیں۔ اس میں نہ ختم ہونیوالی تکرار، فقرات اور بندشیں نہایت ہی دراز ہیں جن کی ادائیگی کے لئے ایک طویل سانس کی ضرورت ہے۔ المختصر! یہ نا قابلِ برداشت حماقتوں کا مُرقّع ہے۔ ایک یوروپین اسے صرف اس وقت زیرِ مطالعہ رکھ سکتا ہے جب کہ ادائیگیٔ فرض کے لئے اسے مجبور کیا جائے۔ (معاذاللہ)

اِس سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ اِس حقیقت سے نا آشنا ہونے کے باعث بہت سے مسلمان بھی قرآن کے بارہ میں مُہلک شکوک وشبہات میں مُبتلا ہو گئے۔ جیسا کہ جناب سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اپنی تفسیر کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں:۔

(قرآن کا مطالعہ کر کے) "آدمی پریشان ہو جاتا ہے اور اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ غیر مرتب، غیر مربوط، مُنتشر کلام ہے جو اوّل سے لے کر آخر تک بے شمار چھوٹے بڑے مختلف شذرات پر مشتمل ہے مگر مسلسل عبارت کی شکل میں رکھ دیا گیا ہے مخالفانہ نقطۂ نظر سے دیکھنے والا اسی پر طرح طرح کے اِعتراضات بنا کر رکھ دیتا ہے اور موافقانہ نقطۂ نظر رکھنے والا کبھی معنی کی طرف سے

آنکھیں بند کر کے شکوک سے بچنے کی کوشش کرتا ہے کبھی اس ظاہری بے ترتیبی کی تاویلیں کر کے اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے، کبھی مصنوعی طریقے سے عجیب عجیب نتائج نکالتا ہے!! [1]

"ایک عام کتاب خواں کی سی ذہنیت لے کر جب ہم میں کا کوئی شخص قرآن کا مطالعہ شروع کرتا ہے تو اسے کتاب کے موضوع، مدعا اور مرکزی مضمون کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کا اندازِ بیان اور طرزِ تعبیر بھی اسے کچھ اجنبی سا محسوس ہوتا ہے اور اکثر مقامات پر اس کی عبارات کا پس منظر بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ متفرق آیات میں حکمت کے جو موتی بکھرے ہوئے ہیں ان سے کم وبیش مستفید ہونے کے باوجود آدمی کلام اللہ کی اصلی روح تک پہنچنے سے محروم رہ جاتا ہے اور علمِ کتاب حاصل کرنے کے بجائے اس کو کتاب کے محض چند منتشر نکات و فوائد پر قناعت کر لینی پڑتی ہے۔ بلکہ اکثر لوگ جو قرآن کا مطالعہ کر کے شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے بھٹکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فہمِ کتاب کے اِن ضروری مبادی سے ناواقف رہتے ہوئے جب وہ قرآن کو پڑھتے ہیں تو اس کے صفحات پر مختلف مضامین انہیں بکھرے ہوئے نظر آتے

---

[1] تفہیم القرآن از سید ابو الاعلیٰ مودودی جلد اوّل ص۱۳۔

ہیں۔ بکثرت آیات کا مطلب اُن پر نہیں کھلتا، بہت سی آیات کو دیکھتے ہیں کہ بجائے خود نورِ حکمت سے جگمگا رہی ہیں مگر سیاقِ عبارت میں بالکل بے جوڑ محسوس ہوتی ہے۔" ؎۱

مولانا نے اِس کا جو حل پیش کیا ہے وہ پڑھنے کے لائق ہے۔ تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ قرآن اِس نوعیت کی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت اسے لکھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا ہو اور کہہ دیا ہو کہ اسے شائع کر کے لوگوں کو ایک خاص رویۂ زندگی کی طرف بلائیں نیز یہ اس نوعیت کی کتاب بھی نہیں کہ اس میں مصنّفانہ انداز پر کتاب کے موضوع اور مرکزی مضمون کے متعلق بحث کی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے نہ کتابی اُسلوب۔" ؎۲ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

# پانچواں پہلو

## (مستشرقین کا مسکت جواب اور قرآنی تاریخ کی حقانیت)

قرآنِ کریم نے اپنا ایک مرتبہ فرقان بھی بتایا ہے یعنی وہ حق و باطل میں خود

---

؎۱ تفہیم القرآن از سیّد ابو الاعلیٰ مودودی جلد اوّل ص۱۵ ؛
؎۲ " " " " " ص۲۱ ؛

امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا علم حضرت مصلح موعودؓ کو کمال درجہ کا عطا کیا گیا۔
چنانچہ مستشرقین کا مسکت جواب اور قرآنی تاریخ کی حقانیت کا ثبوت آپ کو حضرت المصلح الموعودؓ کی تفسیر میں جابجا نظر آئے گا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضورؓ کی بیان فرمودہ تفسیر عہدِ حاضر کی وہ منفرد اور واحد تفسیر ہے جس میں نہ صرف یہ کہ نولڈک تھیوڈور (NOLDEK THEODOR)، ریورنڈ ویری (REVEREND VERY)، جے۔ایم۔راڈول (J- M.RODELL) سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) اور آرنلڈ (ARNOLD) وغیرہ مستشرقین کے قرآن مجید پر کئے ہوئے اعتراضات کے مسکت اور مدلل جواب دئے گئے ہیں بلکہ اسلام کے بارہ میں اُن کی جہالت اور عربی زبان کی باریک خوبیوں کے علم سے محرومی بھی بے نقاب کی گئی ہے اور آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی بیان فرمودہ موسوی تاریخ ہی ہر جہت سے مستند ہے اور اس کے مقابلہ میں بائبل پر اعتماد کرنا کسی طرح درست نہیں۔

اِس تعلق میں بطور نمونہ مَیں حضرت مصلح موعودؓ کا یہ قرآنی انکشاف پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش جولائی، اگست کے مہینہ میں ہوئی ہے اور عیسائی کلیسیا کا ۲۵ر دسمبر کو ولادتِ مسیح کا دن قرار دینا خلافِ واقعہ ہے۔ حضورؓ سورۂ مریم کی آیت وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (مریم : ۲۶) کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"قرآن تو سچی بات بتاتا ہے اس نے وہ بات بتائی ہے جو عین فطرت

انسانی کے مطابق ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ مسیح کی پیدائش دسمبر میں نہیں ہوئی جیسا کہ عیسائی بتلاتے ہیں بلکہ جولائی، اگست میں ہوئی ہے جب کہ کھجور کے درخت پر کثرت سے پھل تیار ہو جاتا ہے۔ عیسائیوں نے دسمبر کی پیدائش محض اِس لئے بیان کی ہے تاکہ اصل واقعہ پر پردہ پڑا رہے اور لوگ یہ سمجھیں کہ حضرت مسیح شادی کے بعد جائز حمل سے پیدا ہوئے ہیں۔

پھر انجیل میں مسیح کی پیدائش کا موقع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"اسی علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلے کی نگہبانی کر رہے تھے"۔[1]

ظاہر ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا نہ کہ شدید سردی کا۔ دسمبر کا مہینہ تو علاوہ شدید سردی کے فلسطین میں سخت بارش اور دُھند کا ہوتا ہے کون یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ ایسے موسم میں کُھلے میدان میں چرواہے اپنے گلّوں کو لے کر باہر نکل آئے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ گرمی کا موسم تھا۔ چنانچہ پیکس تفسیر بائبل میں انجیل لوقا کے مفسّر پرنسپل اے۔ جی۔ گریو ایم، اے، ڈی کی طرف سے لوقا کے اِس بیان پر کہ حضرت مسیح کی پیدائش جس موسم میں ہوئی تھی اس وقت چرواہے گلّوں

---

[1] لوقا باب ۲ آیت ۸

کو باہر نکال کر کھلے میدان میں راتیں بسر کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل تبصرہ موجود ہے کہ یہ موسم ماہ دسمبر کا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا کرسمس ڈے (CHRISTMAS DAY) مقابلتاً بعد کی ایک روایت ہے جو کہ پہلے پہل مغرب میں پائی گئی۔ اِسی طرح بشپ جارنس اپنی کتاب "RISE OF CHRISTINIATY" میں تحریر کرتے ہیں :۔

"اِس تعیّن کے لئے کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ ۲۵ ر دسمبر ہی کو مسیح کی پیدائش کا دن تھا۔ اگر ہم لوقا کے بیان کردہ ولادتِ مسیح کی کہانی لیقین کر لیں تو اس موسم میں گڈریے رات کے وقت اپنے بھیڑوں کے گلہ کی نگرانی بَیتِ لحم کے قریب کھیتوں میں کرتے تھے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش موسمِ سرما میں نہیں ہوئی جب کہ رات کا ٹمپریچر اتنا گر جاتا ہے کہ یہودیہ کے پہاڑی علاقہ میں برفباری ایک عام بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا کرسمس ڈے کافی بحث وتمحیص کے بعد قریباً ۳۰۰ء میں متعین کیا گیا ہے۔"[1]

کاسرِ صلیب کے فرزندِ جلیل کے بیان فرمودہ اس قرآنی انکشاف نے کلیسیا پر لرزہ طاری کر دیا ہے اور اس سے صدیوں کے خیالات پر زبردست

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵

ضرب کاری لگی ہے اور امریکہ کے مقتدر اور محقق عیسائی حلقوں کی طرف سے یہ آواز بلند ہونا شروع ہو گئی ہے کہ حقیقت میں کرسمس کا مذہبی تہوار یومِ ولادتِ مسیح سے ہرگز کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اسے نہایت قدیم ایک رومن تہوار "برومالیا" (BRUMALIA) سے مستعار لیا گیا ہے جو سرکاری طور پر ان کے زراعت کے دیوتا ستارہ عطارد (SATURN) کی یاد میں ۱۹ دسمبر کو منایا جاتا تھا۔ رومن شہنشاہ آگسٹس (AUGUSTUS) (حکومت ۲۷ قبلِ مسیح) نے پہلے اسے تین دن اور بعد میں ایک ہفتے تک بڑھا دیا۔ یہ تہوار "سٹرنیلیا" (SATURNALIA) کے موسم میں منایا جاتا تھا۔[1]

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۹۱ مطبوعہ یونیورسٹی آف شکاگو سے یہ تاثر ملتا ہے کہ کرسمس کا یہ دن غالباً سینٹ پال (SAINT PAUL) کے اشارہ سے غیر اسرائیلیوں کو یسوع مسیح کی "بھیڑوں" میں شامل کرنے کیلئے مقرر کیا گیا تھا کیونکہ لکھا ہے:۔

> "Along with his conversion came his call to be Apostle to the Gentiles and to break down the barriers of prejudice and hostility that the Law had erected between the Jewish people and their Neighbours".

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مطبوعہ شکاگو ۷۴-۱۹۷۳ء جلد ۸ صفحہ ۹۱۶۔

(ترجمہ) تبدیلیٔ عقیدہ کے ساتھ ہی اسے ایک مکاشفہ ہوُا کہ وہ ایک رسول کی حیثیت سے تعصب اور مخاصمت کی اُن تمام دیواروں کو توڑ پھوڑ ڈالے جو تورات نے یہودیوں اور اُن کے ہمسایوں کے درمیان تعمیر کر رکھی ہیں۔

چنانچہ امریکہ کے ایک با اثر اور کثیر الاشاعت ماہنامہ " دی پلین ٹرتھ" (THE PLAIN TRUTH) اپنے دسمبر ۱۹۷۰ء کے ایشوع میں اِس سوال کے جواب میں آیا " کرسمس ڈے" کو یسوع مسیح کی ولادت ہوئی؟ واشگاف لفظوں میں لکھا ہے کہ:-

"ANSWER : False. Scholars know Jesus was not born on or anywhere near December 25th. The Romans anciently observed their "Brumalia" on that date it was the "Saturnalia" season when the pagan Romans petitioned their imagined "sun-god" to begin his annual journey into northerly latitudes, once more".

(Page 28)

(ترجمہ) یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ سکالرز جانتے ہیں کہ یسوع مسیح ۲۵ دسمبر کی تاریخ یا اس کے قریبی عرصے میں قطعاً پیدا نہیں ہوئے۔ اہل روما اپنا تہوار "بروما لیا" (BRUMALIA) قدیم

سے اِس تاریخ کو مناتے تھے۔ یہ "سیٹرنیلیا"
(SATURNALIA) کا موسم تھا جب کہ مشرک اہلِ روما
اپنے مزعومہ 'سورج دیوتا' سے ملتجی ہوتے کہ وہ ایک بار
پھر اپنے شمالی عرض بلد کے سفر پر جادہ پیما ہو۔

بائیبل نے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کو نہایت بھیانک شکل میں پیش کیا ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ پر گناہ کرنے، حضرت سلیمانؑ پر شرک کا مرتکب ہونے، حضرت ہارونؑ پر بچھڑا بنانے، حضرت لوطؑ پر اپنی بیٹیوں کی آبروریزی کرنے کے شرمناک الزامات عائد کئے ہیں۔ افسوس! بائیبل اور طالمود اور اس نوع کی دوسری اسرائیلی روایات مسلمانوں میں راہ پاگئیں اور تفسیر کے نام پر عقیدہ اور ایمان کا جُز بن گئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ شرقِ اَوسط کے بعض فاضل اور محقق اِن اسرائیلیات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے لگے ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن مجید کی صفتِ مُبین اور مُہیمن کے پیشِ نظر ایسی رُوح پرور تفسیر فرمائی کہ خدا کے سب نبیوں اور مرسلوں کے نورانی چہرے آفتاب کی طرح بالکل مصفّا اور پوری طرح روشن دکھائی دینے لگے۔ چنانچہ حضورؓ نے "سیرِ رُوحانی" کی تاریخی تقریروں میں قرآن مجید کی اس مثالی خصوصیت پر خاص طور پر روشنی ڈالی جس نے انبیاء کی معصومیت اور حقیقی شان کو ظاہر کر دکھلایا چنانچہ فرمایا:-

"آثارِ قدیمہ کی جن لوگوں کے ہاتھوں میں خدا نے کنجیاں دی تھیں انہوں نے اِن آثارِ قدیمہ کو خراب کر دیا، تباہ کر دیا اور اس قدر

ان کی حالت کو مشتبہ کر دیا کہ اِن پر کوئی شخص اعتبار کرنے کے لیئے
تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذریعہ قرآن کریم کو نازل کیا۔ یہ آپؐ کے دِل کا خون ہی
تھا جو آسمان سے قرآن کو کھینچ لایا۔ اس قرآن کے آثارِ قدیمہ
کے مختلف کمروں میں آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ
اور ہارونؑ اور دیگر تمام انبیاء کی چیزیں ایک قرینہ سے
پڑی ہوئی ہیں میل و کچیل سے مبرّی، داغوں اور دھبّوں سے
صاف، چھینٹوں اور غلاظت سے پاک، ہر چیز اصلی اور
حقیقی رنگ میں ہمارے پاس ہے۔ پُرانے سے پُرانے آثار
اس میں پائے جاتے ہیں اور صحیح سے صحیح حالات اس میں موجود
ہیں۔ مگر افسوس ہزار افسوس کہ لوگ اس عظیم الشان خزانہ کی تو
قدر نہیں کرتے مگر چند پھٹے ہوئے کاغذ، چند ٹوٹی ہوئی چھریاں،
چند پُرانے اور بوسیدہ کپڑے اور چند شکستہ برتن جب کوئی
زمین سے نکالتا ہے تو اس کی تعریف کے شور سے آسمان سر پہ
اُٹھا لیتے ہیں اور کہتے ہیں واہ واہ اس نے کس قدر عظیم الشان
کارنامہ سرانجام دیا۔ وہ خزانہ جو خدا نے ان کو دیا تھا اس کو وہ
بھول گئے۔ وہ سمندر جو خدا نے ان کو عطا کیا تھا اس سے انہوں نے

مُنہ موڑ لیا اور وہ تمام رصدگاہیں جو قرآن میں موجود تھیں اُن سے
وہ غافل اور لاپروا ہو گئے تب خدا نے میرے دل پر اس عظیم الشان
راز کا انکشاف کیا اور میرے دل نے کہا "مَیں نے پالیا، مَیں نے پالیا"
اور جب مَیں نے کہا مَیں نے پالیا تو اس کے معنے یہ تھے کہ اب یہ
نعمتیں دُنیا سے زیادہ دیر تک مخفی نہیں رہ سکتیں مَیں دُنیا کے
سامنے اِن تمام نعمتوں کو ایک ایک کر کے رکھوں گا اور اسے
مجبور کروں گا کہ وہ اِس طرف توجّہ کرے"۔ [1]

# چھٹا پہلو

## (فیضانِ قرآن کی تجلّیات)

قرآن مجید کا ایک مرتبہ عظمیٰ یہ ہے کہ اس کے فیض و برکت سے خدا تعالےٰ
سے ایک زندہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور فرشتے اس سے ہمکلام ہوتے ہیں چنانچہ
اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ
الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ
کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (حٰمٓ سجدہ : ۳۱)

یعنی وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقل مزاجی سے

---

[1] سیرِ رُوحانی جلد سوم صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶ ۔

اس عقیدہ پر قائم ہو گئے اُن پر فرشتے اُتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ
ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اس جنّت کے ملنے سے
خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اَب آئیے یہ معلوم کریں کہ فیضانِ قرآن کی اِن تجلیات کا ظہور حضرت مصلح موعودؓ کے بابرکت وجود سے کس طرح نمایاں رنگ میں ہُوا؟

کسے معلوم نہیں وجودِ باری تعالیٰ، ملائکہ اور وحی و نبوت' یہ ایمانیات کے وہ تین بُنیادی مسائل ہیں جن پر کلام اللہ کی تمام تعلیمات کا دارومدار ہے۔ اس کی پوری عمارت انہی مسائل پر قائم ہے مگر افسوس! کہ گذشتہ صدی میں بعض چوٹی کے مسلم مفکروں اور صاحبِ طرز مصنفوں اور مورخوں نے (جن میں جوّاد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سیّد احمد خان بانیٔ علی گڈھ کالج، جناب جسٹس سیّد امیر علی اور جناب نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتح پوری سرِفہرست ہیں) اس نظریہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی کہ خدا تعالیٰ لفظوں میں کلام نہیں کرتا۔ فرشتے کوئی جُدا مخلوق انسان سے بالاتر نہیں ہیں بلکہ انسانی قویٰ کو ملائک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کلامِ الٰہی صرف ایک ملکہ فطرت ہے اور وحی کوئی خارجی چیز نہیں ہے۔ کسی ایلچی یا قاصد کی وساطت سے نازل نہیں ہوتی بلکہ خود بخود ایک چیز اس کے دل سے اُٹھتی ہے اور اُسی پر گرتی ہے۔[1]

---

[1] (۱) حیاتِ جاوید سوانح سر سیّد احمد خاں مرحوم از شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۴۴

(۲) "THE LIFE AND TEACHINGS OF MUHAMMED" BY SYED AMEER ALI (Page 195)

(۳) "من و یزداں" از مولانا نیاز فتحپوری صفحہ ۵۵۱-۵۵۸ مطبوعہ لکھنؤ

سرسید کا مشہور شعر ہے ؎

زجبرئیل امیں قرآں بہ پیغامے نمی خواہم
ہمہ گفتارِ معشوق است قرآنے کہ می دارم [1]

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی خود نوشت ڈائری میں ہے کہ:۔

"میرے دوست اکثر مجھ سے سوال کرتے ہیں" کیا تم خدا کے وجود پر یقین رکھتے ہو؟" قبل اِس کے کہ مَیں اِس سوال کا جواب دوں مَیں سوچتا ہوں کہ اِس سوال میں مستعمل اصطلاحات کے مفاہیم جاننے کا مجھے حق حاصل ہے۔ اگر میرے دوست اپنے سوال کا جواب چاہتے ہیں تو اُن کو مجھے پہلے سمجھانا چاہیئے کہ "یقین"، "وجود" اور "خدا" بالخصوص آخر الذکر دو لفظوں سے اُن کی کیا مراد ہے؟ مجھے اعتراف ہے کہ مَیں ان اصطلاحات کو نہیں سمجھتا ہوں اور جب مَیں اِن سے جرح کرتا ہوں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ خود بھی ان دونوں اصطلاحات کو نہیں سمجھتے۔" [2]

اور جناب غلام احمد صاحب پرویز نے اپنی کتاب "نظامِ ربوبیت" صفحہ ۱۷۲ میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ "اللہ سے مراد معاشرہ ہے۔"

---

[1] "حیاتِ جاوید" جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ ۔

[2] "STRAY REFLECTIONS" "بکھرے خیالات" علامہ اقبال کی ڈائری کا ترجمہ از بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق صفحہ ۵۲، ۵۳ ۔

یہ تو روشن خیال مسلم زعماء کے نظریات ہیں۔ جہاں تک مذہبی حلقوں کا تعلق ہے اُن کے نزدیک فرشتوں کا کیا تصور ہے؟ اس کا بخوبی اندازہ ایک عالمِ دین کی کتاب "مجالس المؤمنین" کے ایک اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

"یہ فرشتے بعض گائے کی شکل کے ہیں بعضے سانپ کی، بعضے گدھے کی اور بعضوں کا آدھا بدن برف کا اور آدھا آتش کا ہے۔"

"حضرت جبرائیل علیہ السلام: خداوند تعالیٰ نے اِن کے سپرد وحی کا کام کیا ہے۔ پانچ سو برس بعد میکائیلؑ کے پیدا ہوئے۔ ایک ہزار چھ سو بازو ہیں اور سر سے پاؤں تک زعفرانی ہیں۔ دونوں آنکھوں کے درمیان سورج اور ہر بال پر چاند تارے ہیں۔ ہر روز ۳۶۰ دفعہ نُور کے دریا میں بیٹھتے ہیں اور جب نکلتے ہیں تو ان کے بازوؤں سے جس قدر قطرے گرتے ہیں وہ سب فرشتے حضرت جبرائیل کی صورت پیدا ہوتے ہیں۔"

"حضرت میکائیل علیہ السلام: ۵۰۰ برس بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام کے پیدا ہوئے۔ ان کے سپرد مینہ برسانے، رزق پہنچانے کا کام مقرر ہے۔ سر سے پاؤں تک زعفرانی بال ہیں، زبرجد کے بازو ہیں، ہر بال میں دس لاکھ آنکھیں ہیں ہر آنکھ سے روتے ہیں اور ہر زبان سے مغفرت مانگتے ہیں۔ ہر آنکھ سے ستّر ہزار بوندیں ٹپکتی ہیں اور ہر بوند سے ایک فرشتہ میکائیل علیہ السلام کی صورت پیدا

ہو جاتا ہے"۔ ؎۱

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے

اللہ تعالیٰ کی بے شمار برکتیں اور سلام حضرت مصلح موعود پر ہوں کہ جنہوں نے اپنے روحانی، الہامی اور کشفی مشاہدات اور تجربات کی بناء پر زندہ خدا کی حقیقی تجلیات کے بے شمار نمونے دُنیا کو دکھلائے اور ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے اور فرشتے حقیقتاً موجود ہیں اور وہ خدا اور انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ انسانوں کو علم سکھاتے اور تعلیم دیتے ہیں اور مَیں اس کا عینی شاہد ہوں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"ملائکہ لوگوں کو علم سکھاتے اور تعلیم دیتے ہیں یعنی ان کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو علم کی طرف توجّہ کرنے والے ہوں اِن کے قلوب پر علم کی روشنی ڈالتے رہو....فرشتوں کے علوم سکھانے کا بھی عجیب طریق ہے وہ جو بات سکھاتے ہیں اسے OBJECTIVE MIND (قلبِ عامل) میں نہیں رکھتے SUB-CONCIOUS MIND (قلبِ غیر عامل) میں رکھتے ہیں یعنی دماغ کے پچھلے حصّے میں رکھتے ہیں تاکہ سوچ کر انسان اسے نکال سکے۔ اس میں ظاہری دماغ سے حفاظت کی زیادہ طاقت ہوتی ہے اور یہ ذخیرہ کے طور پر ہوتا ہے۔ ملائکہ جو کچھ سکھاتے ہیں اسی

---

؎۱ "مجالس المؤمنین" صفحہ ۳۸،۲۹ از محمد عطاء اللہ خاں عطاؔ۔ مطبع سعیدی۔ قرآن محل کراچی ۔

حصّہ دماغ میں ڈالتے ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ دماغ کے تین حصّے ہوتے ہیں ایک وہ حصّہ جس کے ذریعہ ہم چیزوں کو دیکھتے اور سمجھتے ہیں دوسرا وہ حصّہ جو ذخیرہ کے طور پر ہوتا ہے اس میں باتیں محفوظ رکھی جاتی ہیں جو یاد کرنے پر یاد آجاتی ہیں اور تیسرا وہ حصّہ جس میں ذخیرہ تو ہوتا ہے مگر یاد کرنے سے بھی اس میں جو کچھ ہو یاد نہیں آتا بلکہ بہت کریدنے سے وہ بات سامنے آتی ہے ملائکہ کبھی اس تیسرے حصّے میں بھی علوم داخل کر جاتے ہیں جب ان کی ضرورت ہو اس وقت ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ وہ علوم سامنے آجاتے ہیں۔ یوں یاد کرنے سے نہیں آتے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ میری کوئی ۱۷-۱۸ سال کی عمر ہوگی .... خواب میں مَیں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آیا ہے جو مجھے کہتا ہے کیا تمہیں کچھ سکھائیں ؟ مَیں نے کہا سکھاؤ۔ اس نے کہا سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھائیں ؟ مَیں نے کہا ہاں سکھائیے اس رؤیا کا بھی عجیب نظّارہ تھا۔ یہ شروع اِس طرح ہوئی کہ پہلے اس میں مجھے ٹن کی آواز آئی اور پھر وہ پھیلنے لگی اور پھیل کر ایک میدان بن گئی اس میں سے مجھے ایک شکل نظر آنے لگی جو ہوتے ہوتے صاف ہوگئی اور مَیں نے دیکھا کہ فرشتہ ہے اس نے مجھے کہا تمہیں علم سکھاؤں؟ مَیں نے کہا سکھاؤ۔ اس نے کہا لو! سورۂ فاتحہ کی تفسیر سیکھو۔ اس پر اس نے سکھانی شروع کی اور اِیَّاكَ نَعْبُدُ پر پہنچ کر کہا "سب نے اسی حد تک تفسیریں لکھی ہیں آگے نہیں لکھیں۔

مَیں بھی اُس وقت سمجھتا ہوں کہ ایسا ہی ہے۔ پھر اس نے کہا مگر مَیں تمہیں اس سے آگے سکھاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ساری سُورۃ کی تفسیر سکھائی اور میری آنکھ کھُل گئی۔ اس وقت مجھے اس کی ایک یادو باتیں یاد تھیں جن کی نسبت اتنا یاد ہے کہ نہایت لطیف تھیں مگر دوبارہ سونے کے بعد جب مَیں اُٹھا تو مَیں وہ بھی بھُول گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو جب مَیں نے یہ رؤیا سُنائی تو آپ بہت ناراض ہوئے کہ کیوں اسی وقت نہ لکھ لی؟ جو کچھ سکھایا گیا تھا اسے اُسی وقت لکھ لینا چاہیئے تھا۔ اس دن کے بعد آجتک سُورہ فاتحہ پر کبھی نہیں بولا کہ مجھے اس کے نئے نئے نکات نہ سمجھائے گئے ہوں مَیں سمجھتا ہوں یہ اسی علم کی وجہ سے ہے جو مجھے سکھایا گیا۔

ایک دفعہ مجھے اس علم کا خاص طور پر تجربہ ہوُا۔ ہمارے اسکول کی ٹیم امرتسر کھیلنے کے لئے گئی۔ مَیں اس وقت اگرچہ اسکول سے نکل آیا تھا لیکن مدرسہ سے تعلق تھا کیونکہ مَیں نیا نیا نکلا تھا اِس لئے مَیں بھی ساتھ گیا وہاں ہمارے لڑکے جیت گئے اس کے بعد وہاں مسلمانوں نے ایک جلسہ کیا اور مجھے تقریر کرنے کے لئے کہا گیا جب ہم اس جلسہ میں گئے تو راستہ میں مَیں ساتھیوں کو سُناتا جارہا تھا کہ خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب بھی مَیں سورہ فاتحہ پر تقریر کروں گا نئے نکات سمجھائے جائیں گے۔ جلسہ میں پہنچ کر

جب مَیں تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوُا تو کوئی آیت سوائے سورۂ فاتحہ کے میری زبان پر ہی نہ آئے۔ آخر مَیں نے خیال کیا کہ میرا امتحان ہونے لگا ہے اور مجھے مجبوراً سورۂ فاتحہ پڑھنی پڑی۔ اسکے متعلق کوئی بات میرے ذہن میں نہ تھی مَیں نے یونہی پڑھی لیکن پڑھنے کے بعد فوراً میرے دل میں ایک نیا نکتہ ڈالا گیا اور وہ یہ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب سورۂ فاتحہ اُتری ہے اُس وقت آپ کے مخاطب کفار تھے یہودی اور عیسائی نہ تھے مگر دعا اس میں یہ سکھائی گئی ہے کہ ہمیں یہودی اور عیسائی بننے سے بچا کر ہم اِن کی طرح نہ بنیں۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ جو سامنے تھے انکے متعلق دعا سکھائی جاتی کہ ہم ان کی طرح نہ بنیں۔ اِس میں یہ نکتہ ہے کہ مشرکین نے چونکہ تباہ و برباد ہو جانا تھا اور بالکل مٹائے جانا تھا اِس لئے ان کے متعلق دعا کی ضرورت نہ تھی لیکن عیسائیوں اور یہودیوں نے چونکہ قیامت تک رہنا تھا اِس لئے اِن کے متعلق دعا سکھائی گئی۔

یہ نکتہ معاً مجھے سمجھایا گیا اور مَیں نے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کہ اس موقعہ پر اُس نے میری آبرو رکھ لی۔

تو یہ علم جو خدا تعالیٰ کی طرف سے سکھایا جاتا ہے ہمیشہ ضرورت کے وقت کام آتا ہے اور اس کی یاد نہ رہنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر بات یاد رہتی تو ایک ہی دفعہ کے لئے ہوتی مگر اِس طرح یہ

علم ہمیشہ کام آتا ہے۔ اب کبھی کوئی اعتراض کرے اور کوئی حافظ نہ ہو جس سے قرآن کی کوئی اور آیت پوچھی جا سکے تو خدا تعالیٰ سورۂ فاتحہ ہی سے مجھے اس کا جواب سمجھا دیتا ہے۔ تو سماوی علوم میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جب ضرورت پڑے اِن سے کام لیا جاتا ہے۔

پس ملائکہ کے ذریعہ علوم سکھائے جاتے ہیں۔ محی الدین ابنِ عربیؒ "فتوحاتِ مکیہ" میں لکھتے ہیں کہ مجھے بہت سے علوم ملائکہ نے سکھائے ہیں۔ صوفیاء میں سے بھی ہیں جنہوں نے ملائکہ کے متعلق بحث کی ہے اگرچہ اُن کی بحث حضرت مسیح موعودؑ کے مقابلہ میں سواں حصہ بھی نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ کئی ہزار الفاظ کا مادہ آپ کو سکھایا گیا ہے۔ مَیں نے بھی اور بہت سی باتیں ملائکہ کے ذریعہ سیکھی ہیں۔ ایک دفعہ گناہ کے مسئلہ کے متعلق اِس وسعت کے ساتھ مجھے علم دیا گیا کہ مَیں اس کا خیال کر کے حیران ہو جاتا ہوں کہ کس عجیب طریق سے کوتاہیوں اور غلط کاریوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے"۔[1]

نیز فرماتے ہیں:۔

"منکرینِ الہام سے جب بھی میری گفتگو ہوتی ہے تو مَیں انہیں کہا کرتا ہوں کہ مَیں تمہاری دلیلوں کو کیا کروں جبکہ خدا مجھ سے خود

---

[1] "ملائکۃ اللہ" صـ۴۰ ۔ ۴۴ طبع اوّل (تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۰ء)

ہمکلام ہوتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر الہامات نازل نہ ہوتے تو شاید مَیں خیال کر لیتا کہ تمہاری دلیلوں میں کچھ وزن ہوگا لیکن اب اِن دلائل کا مجھ پر کیا اثر ہوسکتا ہے جبکہ خود مجھ پر الہامات نازل ہوتے ہیں۔ مجھے تو یہ دلیلیں سُنکر ہنسی آتی ہے کہ خدا موجود ہے اس کا کلام ہم پر نازل ہوتا ہے اور دلائل یہ دئے جا رہے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ پھر جو چیز مَیں نے دیکھ لی ہے حالانکہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ہوں اس کے متعلق مَیں کس طرح یہ تسلیم کر سکتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے نہیں دیکھی ہوگی۔ جب نیچری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے خیالاتِ عالیہ کا نام قرآن ہے تو سُنکر ہنسی آتی ہے کہ جب ہمیں معیّن الفاظ میں الہام ہوتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان تو بہت بالا ہے آپؐ پر خدائی الفاظ میں ہی قرآن کیوں نازل نہیں ہوسکتا تھا" [1]

اِس سلسلے میں حضور نے اپنا ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے :-

"مجھے یاد ہے مَیں ایک دفعہ دہلی گیا تو وہاں مجھے علمِ حساب کے ایک بہت بڑے ماہر جن کا نام پروفیسر مولر (PROFESSOR MULLER) تھا، ملے اور انہوں نے دورانِ گفتگو میں مجھ سے ذکر کیا کہ وہ اور

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۸۱، ۳۸۲

نیویارک کے بعض اَور پروفیسر تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس ساری یونیورس (UNIVERSE) کا ایک مرکز ہے جس کے گرد یہ سُورج اور اس کے علاوہ اَور لاکھوں اور کروڑوں سیارے چکر لگا رہے ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ میری تھیوری (THEORY) یہ ہے کہ یہی مرکز خدا ہے۔ گویا انہوں نے اِس امر کا اظہار کیا کہ پہلے تو سائینس خدا تعالیٰ کے وجود کو رَدّ کرتی تھی مگر اَب ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اِس سارے نظام کا ایک مرکز ہے جو حکومت کر رہا ہے اور وہی مرکز خدا ہے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ نظامِ عالَم کے ایک مرکز کے متعلق آپ کی جو تحقیق ہے مجھے اس پر اعتراض نہیں۔ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ یہ تمام دُنیا ایک نظام کے ماتحت ہے اور اس کا ایک مرکز ہے مگر آپ کا یہ کہنا کہ وہی مرکز خدا ہے درست نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامات نازل ہوتے ہیں اور وہ مجھے اپنے غیب سے اطلاع دیتا ہے۔ اگر آپ کا تجویز کردہ مرکز ہی خدا ہے تو آپ مجھے بتائیں کہ کیا وہ بھی کسی پر الہام نازل کر سکتا ہے؟ کہنے لگے الہام تو نازل نہیں کر سکتا۔ مَیں نے کہا کہ پھر مَیں کس طرح تسلیم کر لوں کہ وہی مرکز خدا ہے مجھے تو ذاتی طور پر اس بات کا علم ہے کہ خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے اور وہ باتیں اپنے وقت پر پوری ہو جاتی ہیں۔ کوئی بات چھ مہینے کے بعد پوری ہو جاتی

ہے کوئی سال کے بعد پوری ہوجاتی ہے کوئی دو سال کے بعد پوری
ہوجاتی ہے کوئی چار سال کے بعد پوری ہوجاتی ہے اور اِس طرح
ثابت ہوجاتا ہے کہ مجھ پر جو الہام نازل ہوُا تھا وہ خدا تعالیٰ کی
طرف ہی سے تھا۔ پھر مَیں نے انہیں مثال دی اور کہا کہ آپ مجھے
بتائیں کہ کیا آپ کا وہ گُرتہ جسے آپ خدا قرار دیتے ہیں کسی کو یہ بتا
سکتا ہے کہ جنگِ عظیم میں امریکہ کی طرف سے انگلستان کی مدد
کے لئے ۲۸۰۰ ہوائی جہاز بھجوایا جائے گا۔ میرا اشارہ اس رؤیا
کی طرف تھا جو گذشتہ جنگِ عظیم میں مجھے دکھایا گیا اور جس میں
مجھے بتایا گیا تھا کہ امریکہ، انگلستان کو ۲۸۰۰ ہوائی جہاز مدد کے
طور پر بھجوائے گا بلکہ مجھے خواب میں تار کے الفاظ بھی بتائے
گئے تھے اور مجھے دکھایا گیا تھا کہ برطانوی نمائندہ نے امریکہ
سے یہ تار دیا ہے کہ :۔

"The American government has delivered 2800 aeroplanes to the British government".

یعنی امریکن گورنمنٹ نے ۲۸۰۰ ہوائی جہاز برطانوی گورنمنٹ کو
دئیے ہیں۔
چنانچہ دو ماہ کے بعد بعینہٖ یہی الفاظ برطانوی نمائندہ نے امریکہ
سے بذریعہ تار بھجوائے اور انگلستان کو ۲۸۰۰ ہوائی جہاز پہنچ

گئے۔ وہ کہنے لگے کہ اُس گُرہ سے تو کوئی ایسی بات نہیں بتائی جاسکتی۔
مَیں نے کہا تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس گُرہ کا اور اسی طرح اَور ہزاروں
لاکھوں گُرّوں کا خدا کوئی اَور ہے کیونکہ مَیں اپنے ذاتی تجربہ سے
جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام انسان پر نازل ہوتا ہے جو کئی قِسم
کی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتا ہے.... اس پر وہ کہنے لگے کہ اگر
یہ باتیں درست ہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ یہ تھیوری (THEORY)
باطل ہے کیونکہ اس کلام کے ہوتے ہوئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی
ایسا خدا نہیں جس کے تابع یہ تمام مرکز ہو۔" [1]

حضرت مصلح موعود (نوّر اللہ مرقدہٗ) نے ایسی زبردست تحدّی کے ساتھ اپنے یہ روحانی تجربات اور عینی مشاہدات قلمبند کئے کہ مولانا نیاز محمدؐ خاں صاحب نیاز فتحپوری جیسے نڈر اور جرّی نقاد جو الہام و وحی اور ملائکہ کے متعلق نیچری خیالات کے پُرجوش علمبردار تھے تفسیر کبیر جلد سوم کے بہ نظرِ غائر مطالعہ سے ہی گویا تیرہ و تار شب میں سے نکل کر دفعتًا روزِ روشن کی تابانیوں میں آگئے اور اُن کے دل کی دُنیا کی کایا ہی پلٹ گئی اور اپنے غلط نظریات کو الوداع کہتے ہوئے پھر سے صحیح معنوں میں خدا، رسول اللہ اور قرآن مجید کے پاکیزہ دامن سے وابستہ ہو گئے اور حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ بابرکت میں نہایت ہی اخلاص و عقیدت سے بھرپور مکتوب لکھا کہ :۔

---

[1] تفسیر سُورہ البقرہ از حضرت مصلح موعود صفحہ ۲۰۹، ۲۱۸، ۲۱۹ ۔

"حضرت کی تفسیر کبیر جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے۔ مَیں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اِس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیّت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کا تبحّر علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپکی غیر معمولی فراست، آپ کا حُسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اِس وقت تک اِس سے بے خبر رہا۔ کاش کہ مَیں اس کی تمام جِلدیں دیکھ سکتا۔ کل سُورۂ ہُود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کرکے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے هٰؤُلَاءِ بنَاتِی کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسّرین سے بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔"

نیز لکھا:۔

"میرے نزدیک یہ اُردو کی بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کر سکتی ہے۔" [1]

---

[1] "ملاحظاتِ نیاز" مرتبہ مولانا محمّد اجمل صاحب شاہد ایم۔ اے حال امیر و مبلّغ جماعتِ احمدیہ نائیجیریا صفحہ ۱۲۵ و ۱۴۳ ؎

# ساتواں پہلو

## (معارفِ قرآنی کے تیس ۳۰ منتخب نکات)

حضرت بانیٔ احمدیت (اللہ تعالیٰ کی ہزاروں برکتیں آپ پر ہوں) قرآنِ مجید کے عدیم المثال مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

"جو معارف و حقائق و کمالاتِ حکمت و بلاغت قرآن شریف میں اکمل اور اتم طور پر پائے جاتے ہیں یہ عظیم الشّان مرتبہ اَور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔" [1]

یہ علوم و معارف اکمل اور اتم طور پر چونکہ قرآن شریف کے کامل تابعین کو عطا ہوتے ہیں اِس لئے حضور اِن متقدسین و مطہّرین پر ہونے والے فیضانِ الٰہی کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچتے ہیں کہ :۔

"جو جو علوم و معارف و دقائق و لطائف و نکات و اِدلہ و براہین انکو سُوجھتے ہیں وہ اپنی کمیّت اور کیفیت میں ایسے مرتبۂ کاملہ پر واقع ہوتے ہیں کہ جو خارق عادت ہے اور جس کا موازنہ اور مقابلہ دوسرے لوگوں سے ممکن نہیں کیونکہ وہ اپنے آپ ہی نہیں بلکہ تفہیمِ غیبی اور تائیدِ صمدی اُن کی پیش رَو ہوتی ہے .... اور باوجودیکہ ان میں اکثروں کی

---

[1] توضیح مرام صہ ۳۱ (طبع اوّل)

سرشت پر اُمیت غالب ہوتی ہے اور علوم رسمیہ کو باستیفاء حاصل نہیں کیا ہوتا لیکن نکات اور لطائفِ علمِ الٰہی میں اِس قدر اپنے ہمعصروں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے مخالف ان کی تقریروں کو سُنکر یا ان کی تحریروں کو پڑھ کر اور دریائے حیرت میں پڑ کر بے اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ اُن کے علوم و معارف ایک دوسرے عالم سے ہیں جو تائیدِ الٰہی کے رنگِ خاص سے رنگین ہیں۔"[1]

سیّدنا حضرت مصلح موعود رحمۃ اللہ علیہ کو "خوانِ نعمتِ فرقانیہ" سے جو حصّۂ وافر ملا وہ تو بے حد و نہایت ہے مگر مَیں اِس جگہ نمونہ کے طور پر حضور کے بیان فرمودہ لاکھوں نکاتِ معرفت میں سے تیس[30] پاروں کے تیس[30] منتخب نکات اِس یقین سے ہدیۂ قارئین کرتا ہوں کہ ہر طالبِ حق کو اِس کے مطالعہ سے زندہ ایمان و عرفان کی دولت نصیب ہوگی اور وہ قرآن کریم کی مُعجز نمائی کا والا و شَیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) حضرت مصلح موعودؓ "بِسۡمِ اللّٰہِ" کو کلیدِ قرآنی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"بسم اللہ کی آیت تمام سورتوں میں مشترک ہے جو ہر سورۃ سے پہلے آتی ہے۔ میری تحقیق کے مطابق "بسم اللہ" مضامینِ سُورۃ کھولنے

---

[1] براہینِ احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۴۷، ۴۴۸ حاشیہ در حاشیہ ۳ ؎

کی کُنجی ہے اور اس میں ایسے گُر بتائے گئے ہیں جن سے اگلی سُورۃ کے مضامین خود بخود کُھل جاتے ہیں۔ بڑی چیز جو "بسم اللہ" کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی ہر سورۃ میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوتی ہے جو غیر معمولی ہوتی ہے۔ مثلاً یا وہ غیر معمولی ہوتی ہے عقیدہ کے لحاظ سے، یعنی دُنیا کے عقائد کچھ اَور ہوتے ہیں اور قرآن کریم کوئی اَور عقیدہ پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے دُنیا کہہ دیتی ہے کہ یہ غلط ہے۔ یا وہ غیر معمولی ہوتی ہے آئندہ واقعات کے لحاظ سے یعنی اس میں ایسی پیشگوئی ہوتی ہے جو حیرت انگیز ہوتی ہے یا وہ غیر معمولی ہوتی ہے پُرانے اخبار کے لحاظ سے یعنی تاریخ کچھ اَور کہتی ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں۔ اصل واقعہ یوں ہے۔ یا غیر معمولی ہوتی ہے اس لحاظ سے کہ دنیوی قانونِ قدرت جو لوگوں نے سمجھ رکھا ہوتا ہے اس کے خلاف ہوتی ہے اور لوگ کہتے ہیں قرآن کریم نے یہ بات سائنس کے خلاف کہہ دی ہے۔ بہرحال کوئی نہ کوئی غیر معمولی بات اس میں آجاتی ہے"۔[1]

(۲) سورۂ فاتحہ سے قومی ترقّی و تنزّل کے اُصولوں کا استدلال کس جامعیت سے کرتے ہیں:۔

" سورۂ فاتحہ سے لیکر والنّاس تک سارا قرآن اِن بیانات سے

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۶ جزء چہارم حصّہ سوم صفحہ ۱۲۹۔

بھرا پڑا ہے کہ قومی ترقی کے کیا گُر ہیں؟ بے شک اَور بھی بہت سے مضامین قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے اندر عقلی مضامین بھی بیان کئے گئے ہیں اور علمی بھی، رُوحانی مضامین بھی بیان کئے گئے ہیں اور جسمانی بھی، اقتصادی مضامین بھی بیان کئے گئے ہیں اور سیاسی بھی، غرض سینکڑوں اور ہزاروں مضامین اس کے اندر بیان ہوئے ہیں لیکن سورۂ فاتحہ کی ابتداء ہی ایسے رنگ میں کی گئی ہے کہ اس میں قومی ترقی اور تنزّل سے تعلق رکھنے والے تمام اصول بیان کر دیئے گئے ہیں.... اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں جس مضمون کو چشمے سے نکلتے ہوئے ایک چھوٹے سے نالے کی طرح بیان کیا گیا ہے اُسے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ تک پہنچ کر ایک عظیم الشان دریا کی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ کوئی شخص اگر رُوحانی نابینا ہو تو الگ بات ہے ورنہ ہر شخص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ ترقی اور تنزّل کی تمام منزلیں اس چھوٹی سی سورۃ کے اندر واضح طور پر بیان کی گئی ہیں۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں تو ترقی کا مضمون بیان ہوا ہے کہ اے اللہ ہمیں وہ راستہ دکھا جس پر چلنے والے انعام حاصل کر سکتے ہیں اور ہمیں اُن قوموں میں شامل فرما جن قوموں نے ترقی کی تھی۔ مگر آگے چل کر غیر المغضوب علیھم میں بتا دیا کہ کہ ہر وہ قوم جس نے ترقی حاصل کی وہ آخر کار گر پڑی۔ مگر یہ دعا سکھا کر اللہ تعالیٰ نے تنزّل اور پستی سے بچنے کا ایک گُر بھی بتا

ہے مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے اور کیا ہوگا لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ دعا سکھا کر اس امر کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی گئی ہے کہ اگر مسلمان توجہ، سمجھ اور عقل کو کام میں لائیں تو وہ تنزل سے بچ سکتے ہیں۔"[1]

(۳) حروفِ مقطعات کے بارے میں آپ کی تحقیق یہ ہے کہ :-

" حروفِ مقطعات اپنے اندر بہت سے راز رکھتے ہیں۔ اِن میں سے بعض راز بعض ایسے افراد کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا قرآن کریم سے ایسا گہرا تعلق ہے کہ اُن کا ذکر قرآن کریم میں ہونا چاہیئے لیکن اس کے علاوہ یہ الفاظ قرآن کریم کے بعض مضامین کے لئے قفل کا بھی کام دیتے ہیں۔ کوئی پہلے ان کو کھولے تب ان مضامین تک پہنچ سکتا ہے۔ جس جس حد تک اِن کے معنوں کو سمجھتا جائے اسی حد تک قرآن کریم کا مطلب کُھلتا جائے گا۔

میری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ جب حروفِ مقطعات بدلتے ہیں تو مضمونِ قرآن جدید ہو جاتا ہے اور جب کسی سورۃ کے پہلے حروفِ مقطعات استعمال کئے جاتے ہیں تو جس قدر سُورتیں ان کے بعد ایسی آتی ہیں جن کے پہلے مقطعات نہیں ہوتے اُن میں ایک ہی مضمون ہوتا ہے اسی طرح جن سورتوں میں وہی حروفِ مقطعات

---

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم صفحہ ۲۲۱ ؎

دُہرائے جاتے ہیں وہ ساری سُورتیں مضمون کے لحاظ سے ایک ہی لڑی میں پروئی ہوئی ہوتی ہیں"۔ [1]

(۴) "وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (البقرہ: ۱۹۰) اس میں بتایا کہ کامیابی ہمیشہ ابواب ہی کے ذریعہ آنے سے ہؤا کرتی ہے۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے اور دروازوں میں سے داخل ہونے کی بجائے دیواریں پھاند کر اندر داخل ہونا چاہتے ہو تو تمہیں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ مثلاً لڑائی کے زمانے میں اگر تم ہتھیاروں سے کام لینا نہ سیکھو اور جنگی فنون کی تربیت نہ لو بلکہ یوں ہی سینہ تان کر دشمن کے سامنے چلے جاؤ تو تم کامیاب نہیں ہو سکتے لیکن اگر چھوٹی سے چھوٹی تلوار بھی تمہارے پاس ہو یا تمہیں لاٹھی چلانا ہی آتا ہو تو تم قوم کے لئے مفید وجود بن سکتے ہو۔ پس کامیابی کے لئے ان ذرائع اور اسباب کو استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہوئے ہیں"۔ [2]

(۵) آیت لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ (نساء: ۹۵) سے یہ اہم قانونی نکتہ اخذ فرمایا کہ :-

---

[1] تفسیر کبیر جلد اوّل جزاوّل صفحہ ۶۵۔

[2] تفسیر سورۃ البقرہ از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۴۱۸، ۴۱۹۔

"اِس آیت میں بتایا گیا ہے کہ دل تو الگ رہا اگر کوئی شخص اسلام کی تفصیلات سے ناواقف ہو اس نے اسلام کے صرف ظاہری آداب سیکھے ہوں تو وہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں سے ظاہر کرے تب بھی اس کو یہ کہنا کہ تو مسلمان نہیں، جائز نہیں اور فرماتا ہے کہ جو شخص ایسے شخص کو "غیر مسلم" کہتا ہے وہ درحقیقت اس کو لوٹنے کی خاطر راستہ کھولتا ہے۔" ؎۱

(۶) آیت رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ (اعراف: ۱۴۴) کی وجد آفریں تفسیر ملاحظہ ہو:۔

"میرا اپنا یہ خیال ہے گو یہ خیال ایک ذوقی نظریہ ہے کہ جس وقت کوہِ سیناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت موسیٰؑ کو بشارت دی گئی (دیکھو استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸) اور انہیں معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان نبی میرے بعد پیدا ہونے والا ہے تو اُنکے دل میں یہ معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ کونسی تجلی ہو گی جو اس نبی پر ظاہر کی جائے گی۔ جس پر انہوں نے عرض کیا رَبِّ اَرِنِیۡۤ اُنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ذرا مجھ پر بھی وہ محمدی تجلی ظاہر فرما تاکہ میں بھی تو دیکھوں کہ اس پر تو کس شان سے ظاہر ہو گا۔ اس کا انہیں یہ جواب دیا گیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہر شخص اپنے مناسبِ حال ہی تجلی دیکھ سکتا ہے۔

---

؎۱ "مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ" صہ۱۱۱ +

میرے اِس بیان کی تائید اِس سے بھی ہو جاتی ہے کہ حضرت موسٰی اس سے پیشتر رُوحانی تجلّی دیکھ چکے تھے جیسا کہ انہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ؕ (طٰہٰ:۱۴) پھر جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تجلّی دیکھ چکے تھے تو اُنکے اس قول کے کیا معنے ہوئے کہ اے اللہ مجھے اپنا آپ دکھا مگر اسکے یہ معنے کئے جائیں کہ پہلے رُوحانی تجلّی دیکھی تھی اب وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ حضرت موسٰی علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی کو بیوقوف قرار دیا جائے نعوذ باللہ من ذالك کیونکہ کسی کا یہ کہنا کہ اے خدا تُو مجھے مجسّم ہو کر نظر آ نادانی کی بات ہے۔ اور یہ بات حضرت موسٰی کی طرف ہرگز منسوب نہیں ہو سکتی۔ پس یہ رویت کی درخواست رُوحانی ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ اور چونکہ موسوی تجلّی پہلے ان پر ہو چکی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جو خواہش انہوں نے کی تو وہ کسی اَور رویت کے لئے تھی اور چونکہ اس درخواست سے معًا پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی مَیں یہی قیاس کرتا ہوں کہ درخواست اُن کی محمدی تجلّی کے دیکھنے کے بارے میں تھی جس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ "لن ترانی" کہ تُو مجھے اس صورت میں نہیں دیکھ سکتا جس صورت میں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنا ہے کیونکہ اس کے دیکھنے کے لئے محمدی مرتبہ کی

ضرورت ہے جو تجھے حاصل نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ "لن ترانی" کہہ کر پھر اللہ تعالیٰ نے وہ جلوہ دکھایا۔ چنانچہ اب موسیٰ نے دیکھ لیا کہ واقعہ میں وہ اس جلوہ کے مطابق ظرف نہ رکھتے تھے اِس وجہ سے وہ اِس جلوہ کو دیکھتے ہی بیہوش ہو گئے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اعلیٰ دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ کشف دکھایا اور اس کشف کا خضر میر احمدؐ ہی ہے جس کے ساتھ چلنے کی موسیٰ علیہ السلام کو طاقت نہ تھی۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد وسلّم انّک حمیدٌ مجید۔"[1]

(۷) قرآن مجید کے کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (یوسف: ۲) ہونے کی کیا لاجواب تشریح فرمائی ہے:۔

"مبین کہہ کر بتایا کہ یہ کتاب دلائل اور براہین ساتھ رکھتی ہے اور نہ صرف وہ خود واضح ہے بلکہ اپنے سے پہلی کتب پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ اِس لفظ سے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے کہ جو قرآن کریم پر آئندہ ہونے والے تھے یعنی اس میں پچھلی کتب کی بیان کردہ تاریخ سے اختلاف ہے اور بتایا ہے کہ قرآن کریم کا تو فرض ہے کہ پچھلی

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۹۶۵، ۹۶۶۔

کتب کی غلطیوں کو بیان کرے پھر اختلاف کیوں نہ ہو....

مبین کے لفظ سے اِس امر کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ قرآن کریم اپنی ذات میں کامل کتاب ہے اور اپنے دعوٰی کے ثبوت کے لئے بیرونی دلیل کی محتاج نہیں بلکہ خود ہی دعوٰی بیان کرتی ہے اور خود ہی دلیل بھی دیتی ہے۔

مُبین کے لفظ سے اِس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے جس قدر امور کی ضرورت ہے ان کو یہ کتاب واضح کر دیتی ہے۔ اِس طرح تمام وہ امور جو احکام یا اخلاقِ فاضلہ یا اعتقاداتِ صحیحہ وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ اِن سب کو بیان کرتی ہے۔"[1]

(۸) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ابراہیم: ۵) آپ عربی کے اُمّ الالسنہ ہونے کا لطیف استدلال کرتے ہیں کہ:۔

"اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عربی اُمّ الالسنہ ہے کیونکہ جو رسول عرب میں آیا اسی کے سپرد سب دُنیا کی اصلاح کی گئی۔ پس عربی میں نازل ہونیوالی وحی کو سب دُنیا کے لئے ہدایت قرار دینے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ عربی کسی نہ کسی رنگ میں ساری زبانوں کی ماں ہے اور دوسری زبانیں اس کی بیٹیوں کی طرح

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۲۷۴

ہیں۔

اِس آیت میں اِس اعتراض کا بھی رَدّ ہو جاتا ہے جو وہ یوں کرتے ہیں کہ کلامِ الٰہی ایسی زبان میں آنا چاہیئے جسے کوئی بولتا نہ ہو تاکہ سب میں برابری رہے مگر قرآن کریم کہتا ہے کہ ایسی زبان میں وحی ہونی چاہیئے جس کو لوگ بولتے ہوں تاکہ نبی ان کو سمجھا سکے اور وہ سمجھ سکیں جس زبان کو دُنیا نہ بول سکتی ہے نہ سمجھ سکتی ہے اس میں کلامِ الٰہی آنے کا فائدہ ہی کیا ہؤا۔ آریوں کا یہ عقیدہ اِس طرح بھی غلط ہے کہ جب وید نازل ہوئے اگر اُسی وقت رشیوں نے اسے نہیں سمجھا تو اُن کا نزول بے فائدہ ہو جاتا ہے اور اگر ان کو وید سمجھا دیا گیا تو پھر برابری نہ رہی۔ اور اگر اس وقت لوگ موجود تھے اور انہیں بھی سمجھا دیا گیا تھا تو گو اس وقت کے لوگوں کے لئے برابری ہو گئی مگر جو لوگ بعد میں پیدا ہوئے اُن کے لئے برابری کہاں رہی اب تو پنڈت تک ویدوں کی زبان سے ناواقف ہو رہے ہیں۔ چونکہ اِس زمانہ کے مامور (حضرت اقدس۔ ناقل) پر عربی کے بعد اُردو میں الہام زیادہ کثرت سے ہؤا ہے مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس آیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ زبان ہندوستان کی اُردو ہو گی اور دوسری کوئی زبان اسکے مقابل پر نہیں ٹھہر سکے گی"۔[1]

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۴۴۳

(۹) فرمایا:۔

"فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (نحل: ۴۴)

کہہ کر کفّار کو شرمندہ کیا گیا ہے۔ وہ دعویدار تھے کہ وہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں اور ان کے حالات بھی ان کے سامنے تھے کہ کس طرح تکالیف اُٹھا کر کامیاب ہوئے۔ پس فرماتا ہے کہ تم تو شاید اپنے بزرگوں کو بھول گئے ہو۔ اگر تم کو ان باتوں کا علم نہیں تو دوسری اقوام سے دریافت کر لو۔

ذِکر کے معنے چونکہ یاد کرنے کے بھی ہیں۔ اھل الذکر سے مراد یاد رکھنے والے کے بھی ہوسکتے ہیں۔ اِس صورت میں یوں معنے ہوں گے کہ اگر تم نہیں جانتے اور باپ دادوں کی باتوں کو بھول گئے ہو تو جن کو یاد ہیں اُن سے پُوچھ لو یعنی مسلمانوں سے۔ یہ پیرائیہ کلام نہایت لطیف اور بلیغ ہے۔ کفّار یہ طنز سُن کر دل میں کٹ ہی مرے ہوں گے۔ نُوحی الیھم کہہ کر اِس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نبی کا شرف فوجوں اور سامانوں سے نہیں ہوتا بلکہ اس کی دولت اس کی وحی ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ فتح پاتا ہے۔

اِس آیت میں اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر کفّار خیال کریں کہ اس بے سامان آدمی کے ذریعہ مسلمانوں کو حکومت کہاں سے مِل جائے گی تو اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ پہلے انبیاء بھی ایسے ہی

تھے اور اُن کے پاس وحیٔ الٰہی کے سوا کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کے ذریعہ دُنیا میں بہت بڑے تغیرات پیدا کر دئے اور اِسی دُنیا میں ایک حشر برپا کر دیا۔ یہاں پر رِجَالًا اِس لئے فرمایا کہ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ ہمارے پر ملائکہ کیوں نازل نہیں ہوتے چنانچہ پہلی سُورۃ میں بھی ان کا مطالبہ لَوْ مَا تَاْتِیْنَا بِالْمَلٰٓئِکَةِ کے الفاظ میں گذر چکا ہے۔ یہاں ان کے خیال کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایک طنز بھی ہے اور وہ یہ کہ تم تو فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہو پھر وہ ایلچی بن کر تمہارے پاس کیونکر آئیں ایلچی بن کر تو مرد ہی آئیں گے۔

چونکہ ہجرت کے بعد حکومت ملنی تھی اور حکومت کے ساتھ ان لالچیوں کے گروہ نے بھی پیدا ہونا تھا جو اس حکومت کو دنیوی حکومت سمجھ کر اس میں سے حصہ بٹانے کی کوشش کرنے والے تھے۔ جیسے مسیلمہ، سجاح وغیرہ نے کی اِس لئے کوئی بعید نہیں کہ اس آیت میں اس آنے والے فتنہ کا بھی سدِّباب کیا گیا ہو جب لوگوں نے فصاحت پر دعوئٰ نبوّت کی بنیاد رکھی تھی اور بعض عورتیں بھی نبوّت کا دعوٰی کرنے والی تھیں اِن دونوں خیالات کا رَدّ رِجَالًا اور نُوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ کے الفاظ سے کیا گیا"۔[1]

---

[1] تفسیر کبیر حصہ سوم صـ۲۶۷۔

(۱۰) آیت اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً (نحل : ۶۷) سے خالقِ کائنات کی ہستی پر کتنی زبردست دلیل پیش فرمائی ہے :-

"یہ آیت اِس امر پر بھی شاہد ہے کہ قرآن کریم کا نازل کرنیوالا دُنیا کا خالق بھی ہے کیونکہ اس میں دودھ کے پیدا ہونے کا وہ طریق بتایا گیا ہے جو اس وقت دُنیا کو معلوم نہ تھا اور بعد میں دریافت ہؤا ہے اور وہ یہ کہ غذا معدہ میں سے انتڑیوں میں آتی ہے اس سے فرث تیار ہوتا ہے اس فرث سے ایک مادّہ خون بن جاتا ہے اور اس خون سے دودھ بنتا ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو نزولِ قرآن کے بعد کی تحقیق سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ بعد کے مفسّرین نے ابتدائی مفسّرین کی غلطی کو پیش کر کے ظاہر کیا ہے کہ درحقیقت فرث سے خون اور خون سے لبن بنتا ہے مگر جو تشریح انہوں نے بیان کی ہے وہ بھی پوری طرح سائنس کے مطابق نہیں لیکن قرآن کے الفاظ سائنس کی موجودہ تحقیق کے بالکل مطابق ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ غذا معدہ سے انتڑیوں میں جاتی ہے وہاں سے اس کا منہضم لطیف حصّہ بعض عروق کے ذریعہ سے ایک حصّہ سیدھا دل تک جاتا ہے اور وریدوں میں سے گذر کر فوراً خون بن جاتا ہے اور ایک اور لطیف حصّہ معدہ سے براہِ راست جگر میں جا کر وہاں سے وریدوں کے ذریعہ دل میں گر کر خون بن جاتا ہے پھر یہ خون جب تھنوں کے قریب جاتا ہے تو وہاں اللہ تعالےٰ

نے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ وہ خون وہاں جا کر دودھ بن جاتا ہے۔" [۱]

(۱۱) يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ (النمل: ۸۸) کی تفسیر نے حالاتِ حاضرہ کا نقشہ کھینچ دیا ہے:۔

"اِس آیت میں ہوائی جہازوں اور ایٹم بموں کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ ہوائی جہاز آسمان پر اُڑتے ہیں اور ایٹم بم زمین میں پھٹ کر زمین کے رہنے والوں کو تباہ کر دیتا ہے پھر آتشیں مادے کو آسمان کی طرف دھکیل دیتا ہے۔ اِلّا من شاء اللہ میں بتایا کہ باوجود اس کے یہ تباہی عام ہوگی پھر بھی خدا تعالیٰ کے حضور دعا کا راستہ کھلا رہے گا اور جو خدا تعالیٰ کو خوش کر سکے گا وہ اس تباہی سے محفوظ رہے گا۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ سائنسدانوں نے اپنی کوششوں اور تدبیروں کے ساتھ موت کے ذریعہ کو معلوم کر لیا ہے مگر اسلام کو قائم کرنے والا وہ خدا ہے جس کے ہاتھ میں موت بھی ہے اور حیات بھی۔ وہ موت کے ذریعہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دُنیا پر حاکم ہو گئے حالانکہ اصل حاکم وہ ہے جس کے قبضہ میں موت اور حیات دونوں ہیں اور اُس نے بتایا ہے کہ اگر لوگ دعاؤں سے کام لیتے رہیں گے تو اس تباہی

---

[۱] تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۶۸۸ ؎

سے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی سامان پیدا فرما دے گا۔" [1]

(۱۲) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (النحل: ۹۸) سے حقانیتِ اِسلام کا لاجواب ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اِس آیت میں ایک طرف تو مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اسلام میں مرد و عورت دونوں کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ آئندہ جدوجہد میں ہر شخص کو مرد ہو یا عورت اس کے عمل کے برابر بدلہ ملے گا اور عورت و مرد میں فرق نہ کیا جائے گا۔ دوسری طرف کفّار کو یہ توجہ دلائی ہے کہ تم عورت کو مارتے ہو تم کو حکومت کِس طرح دی جا سکتی ہے۔ اب تو وہ حکومت قائم کی جائے گی جس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق محفوظ ہوں۔

اِسلام کی سچائی کا یہ کِس قدر زبردست ثبوت ہے کہ ہزاروں سالوں کی انسانی زندگی کے بعد اس نے پہلی مرتبہ مرد اور عورت کے حقوق کو تسلیم کیا اور اس کے جاری کرنے کی اس وقت خبر دی جبکہ ابھی مسلمانوں کو حکومت بھی نہ ملی تھی اور اس کے باوجود دشمن اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں عورتوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کی گئی۔" [2]

---

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم حصّہ سوم صـ ۱۴۱۔

[2] تفسیر کبیر حصّہ سوم صـ ۲۷۰۔

(۱۳) آیت قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ (کہف: ۱۱۰) سے مغربی اقوام کی ایجادات کا استدلال و استنباط حضرت مصلح موعودؓ کے بلند رُوحانی مقام پر بُرہان ہے۔ فرماتے ہیں:۔

" وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے یہ یہ ایجادات کی ہیں اور اتنے علوم دریافت کئے ہیں اور کائنات کا راز دریافت کرنے کے قریب ہیں۔ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تُو اِن سے کہہ دے (یعنی اس زمانہ کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اُن سے یُوں کہہ دیں) کہ تمہارا رازِ کائنات کو دریافت کرنے کی کوشش کرنا ہمیشہ روزِ اوّل ہی رہے گا اور باوجود اِس قدر کوششوں کے تم کولھو کے بَیل کی طرح وہیں کے وہیں کھڑے رہو گے اور وہ قوتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں پیدا کی ہیں ان میں اس قدر بھی دریافت نہ کر سکو گے جس قدر سمندر کے مقابل پر ایک قطرہ کی حیثیت ہوتی ہے۔

اِس آیت میں اِس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ تصانیف کا زمانہ ہوگا اور یہ قومیں سائنس پر کثرت سے کتابیں لکھیں گی۔" [1]

(۱۴) مجمع البحرین (کہف: ۵۶) کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۱۰۰۷

"مجمع البحرین سے مراد درحقیقت وہ زمانہ تھا جہاں حضرت موسٰی علیہ السلام کا زمانہ ختم ہوُا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شروع ہوُا۔ یعنی وہ گھڑی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلا الہامِ نبوّت ہوُا مجمع البحرین تھی۔ وہاں موسٰی جو ایک رُوحانی عادل، شفیق اور دُنیا کے لئے ضروری بادشاہ تھے ان کا علاقہ ختم ہوتا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اور بھی بڑے رُوحانی سمندر تھے ان کا زمانہ شروع ہوتا تھا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کو کشف میں دُو بڑے سمندروں کے ملنے کا مقام دکھا کر گویا یہ بتایا گیا کہ اس زمانہ تک آپ کی اُمّت کا زمانہ ہے آگے ایک اور سمندر شروع ہوتا ہے آپ کا زمانہ ختم ہو کر اس نئے نبی کا کام شروع ہوگا اور وہی شخص رُوحانی زندگی کا سامان حاصل کر سکے گا جو اس سمندر میں غوطہ لگائے گا[1]

(۱۵) فرمایا:۔

"اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَا تَعْرٰی ۝ وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی ۝ (طٰہٰ ع) یعنی اے آدم جس مقام پر ہم تم کو رکھنے لگے ہیں اس میں تمہارا فرض ہوگا کہ بھُوکے نہ رہو اور نہ ننگے رہو اور پیاسے نہ رہو اور دُھوپ کی تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ بعض لوگوں

---

[1] تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۹۶۸۔

نے غلطی سے یہ سمجھا ہے کہ یہ آدمؑ کی جنّت کی تفصیل ہے لیکن یہ جنّت کی تفصیل نہیں ہو سکتی بھوک کے پیاسے تو درندے بھی نہیں رہتے اور نہ وہ دھوپ میں تپتے ہیں یہ امور تو اسی دُنیا میں جانوروں تک کو میسّر ہیں پس یہ جنّت کی تفصیل نہیں آدمؑ کے تمدّن کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور پہلی انسانی سوسائٹی کو بتایا گیا ہے کہ ایک جگہ رہنے سہنے کے نتیجے میں بعض دفعہ ایک حصّہ آبادی کا خوراک مہیا نہیں کرسکتا یا لباس مہیا نہیں کرسکتا۔ پس جہاں تم کو تمدّن کی برکات سے حصّہ دیا جاتا ہے وہاں اس کی خرابیوں کو دُور کرنے کا خیال رکھنا بھی تمہارا فرض ہے۔" [1]

(۱۶) آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ (النّور:۲۰) کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں خدا تعالیٰ نے علم النفس کا ایک ایسا نکتہ بیان کیا جو قرآن کریم کے کلامِ الٰہی ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے کیونکہ علم النفس کی تحقیق پہلے زمانے میں نہیں ہوئی تھی۔ یہ تحقیق انیسویں صدی میں شروع ہوئی اور اب بیسویں صدی میں اس نے ایک علم کی صورت اختیار کی ہے۔ وہ مسئلہ جو قرآن کریم نے اِن آیات میں بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ بُری باتوں کا مجالس

---

[1] تفسیر کبیر جلد اوّل جز اوّل صفحہ ۳۰۴ ۔

میں تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے ورنہ وہی بُرائیاں لوگوں میں کثرت کے ساتھ پھیل جائیں گی"۔ [1]

(۱۷) وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا (النور: ۶۰) یہ آیتِ کریمہ حضور کے نزدیک تاریخ کا ایک عبرتناک ورق ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"اسی طرح اِس آیت میں یہ پیشگوئی بھی پائی جاتی ہے کہ جب مسلمانوں کو قومی طور پر غلبہ حاصل ہوگا تو غلاموں کا رواج اُن میں بڑھ جائے گا چنانچہ اندلس اور بغداد میں زیادہ تر کام غلاموں سے ہی لیا گیا اور یہی مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہُوا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس آیت کے مضمون کو گھریلو مضمون نہ سمجھا جاتا بلکہ یہ سمجھا جاتا کہ یہ آیت چونکہ خلافت کے ذکر کے بعد آئی ہے اس لئے اِس میں کوئی قومی مضمون بیان ہُوا ہے۔ تو مسلمان اپنے کمزوری کے وقتوں میں اَور زیادہ ہوشیار ہو جاتے جیسا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے آخری ایام میں۔ اور کسی غیر کو خواہ کتنا ہی بے ضرر نظر آتا اپنے نظام کے پاس پھٹکنے نہ دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو نہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوتی اور نہ حضرت علیؓ کی... مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اپنی طاقت کے زمانہ میں اِس

---

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۲۷۴ ۔

ہدایت پر عمل نہ کیا اور وہ اپنی حفاظت سے ایسے غافل ہوئے کہ دشمن انہیں تباہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک بھی گھروں کے دروازے ہوتے تھے جن کے کھولے بغیر کوئی شخص اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا لیکن خلافتِ عباسیہ اور خلافتِ اندلس اور خلافتِ فاطمیہ میں دروازے نہیں ہوتے تھے بلکہ صرف زینت کے طور پر پردے گرائے جاتے تھے گویا زینت مقدم ہو گئی تھی اور حفاظتِ نفس مؤخر ہو گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کئی خلفاء غلاموں کے ہاتھ سے مارے گئے۔" [۱]

(۱۸) فرمایا:۔

"چونکہ اسلام ایسا مذہب تھا جس نے لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان : ۲) کے ماتحت دُنیا کے ہر مذہب اور قوم کو مخاطب کرنا تھا اِس لئے لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرما کر اللہ تعالیٰ نے اِس طرف اشارہ فرمایا کہ اسلامی علماء کو دُنیا کی تمام زبانیں سیکھنی چاہئیں ... تاکہ ہر جگہ وہ قرآن کریم کو پھیلا سکیں۔" [۲]

(۱۹) آیت اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (العنکبوت : ۵۲) کی

---

[۱] تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ ۳۹۳ تا ۲۹۵ ؛

[۲] تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم ص ۱۹ ؛

تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ قرآن کریم کے سات بطن ہیں اس کے ایک معنے یہ ہیں کہ دُنیا میں سات بڑے بڑے تغیرات آئیں گے اور ہر تغیر کے زمانہ میں لوگوں کے ذہن بدل جائیں گے اس وقت خدا تعالیٰ قرآن کریم کے ایسے معنی کھول دیگا جو لوگوں کو اُس وقت کے ذہنوں اور قلوب کو تسلّی دینے والے ہوں گے اِس زمانہ میں بیسیوں مسائل ایسے رنگ میں کُھلے ہیں کہ پہلے اِن کی ضرورت اور اہمیت محسوس نہیں کی جا سکتی تھی .... تو قرآن کریم کے سات بطن سے مراد سات عظیم الشّان ذہنی اور عقلی اور علمی تغیرات ہو سکتے ہیں اور اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر ایسے تغیر میں قرآن کریم قائم رہے گا اور کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمارے زمانہ کی ضروریات کو قرآن پورا نہیں کرتا باقی الہامی کتابیں تو ایسی ہیں کہ جن کے متعلق ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب زمانہ بدلا اور دُنیا میں تغیر آیا تو ان کتب میں جو کلام تھا اس کے وہ معنی نہ نکلے جو اس زمانہ کے ذہنوں کے مطابق ہوتے اِس لئے وہ قابلِ عمل نہ رہیں مگر قرآنِ کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جوں جوں دُنیا میں تغیر آتے جاتے رہیں گے اور لوگ قرآن پڑھیں گے اس زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والا مفہوم اس میں سے نکلتا آئے گا اور لوگ تسلیم کریں گے کہ ہاں قرآن کریم ہی اس زمانہ کیلئے

بھی کافی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس زمانہ کیلئے بھی رسول ہیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ قرآن کے سات بطن ہیں اس سے ضروری نہیں کہ یہی مراد ہو کہ سات ہی بطن ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ دس۔ بیس۔ پچاس۔ سو۔ ہزار۔ دو ہزار بطن ہوں کیونکہ عربی زبان میں سات کا عدد کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کے معنے یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انسانی ترقیات کے لئے ہزاروں بلندیاں پیدا کی ہیں غرض فرمایا کہ قرآن کریم کو ہم نے ایسا بنایا ہے کہ یہ ہر زمانہ کے لئے کافی ہوگا۔ اس میں ہر زمانہ کے خیالات پر بحث موجود ہوگی اگر اس زمانہ کے لوگوں کے خیالات غلط ہوں گے تو اُن کی تردید کی جائے گی اور اگر صحیح ہوں گے تو تائید کی جائے گی۔" [1]

(۲۰) آیت لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصف ع ۱) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"یہ زمانہ ایسا ہے جس میں فلسفہ اور تعلیم کی وجہ سے لوگ جزئیات کے متعلق سوالات کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے تو جزئیات میں اپنے آپ کو سچا ثابت کر کے دکھائے محض ایک دو مسائل میں کسی مذہب کا دوسرے مذہب پر غالب آجانا کافی نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے الفاظ

---

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۳۵۶ ۔

استعمال فرمائے ہیں۔ دین کے لفظ میں سارے ادیان شامل ہیں اور کُلِّہٖ کے لفظ نے بتا دیا کہ اسلام کے مقابلہ میں اُن کی جزئیات تباہ کر دی جائے گی۔"[1]

(۲۱) آیت یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ (الدھر : ۲۸) کی روشنی میں یہ نکتہ پیش فرمایا ہے کہ :۔

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کے راستہ میں جو روکیں ہوتی ہیں اُن کے متعلق ایک گُر بتایا ہے اور وہ گُر یہ ہے کہ ناکام رہنے والے لوگوں کی ناکامی کا سبب یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَ یَذَرُوْنَ وَرَآءَھُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ہوتا ہے۔ وہ نہایت ہی محدود نگاہ سے معاملات کو دیکھتے ہیں قریب ترین نتائج ان کے نزدیک محبوب ہوتے ہیں اور حقیقی اور اصلی غیر متبدل اور دائمی اثرات و نتائج ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتے۔ دُنیا میں جس قدر لڑائیاں، فسادات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اگر ان کے اسباب پر غور کیا جائے تو ننانوے فیصدی ایسے نکلیں گے جن کا سبب فریقین میں سے کسی نہ کسی کا یا دونوں کا بغیر کافی غور و فکر کے جلدی سے کسی نتیجہ پر پہنچ جانا اور ایک عاجل نتیجہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہوگا۔"[2]

---

[1] الفضل ۲۰ اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۴ کالم ۳۔

[2] الفضل ۱۹ اپریل ۱۹۲۹ء صفحہ ۶۔

(۲۲) فرمایا:۔

"کَوَاعِبَ اَتْرَابًا (النبا: ۳۴) میں اِس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ایسی برکتیں دے گا کہ جب وہ مقامِ مفاز میں پہنچیں گے تو ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کی عورتوں کا دینی معیار بھی اُونچا ہو جائے گا اور پھر وہ اس معیار میں ایک دوسری کے برابر ہوں گی۔ ... چنانچہ اسلامی تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو کثرت سے ایسی عورتوں کی مثالیں نظر آتی ہیں جنہوں نے جنگوں میں بہت بڑی جرأت اور ہمت کا ثبوت دیا۔ مہاجرین کی بیویوں کو ہم دیکھتے ہیں تو ان میں بھی ہمیں یہ شان نظر آتی ہے اور انصار کی بیویوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں بھی ہمیں یہ شان نظر آتی ہے۔ ہزارہا عورتیں ایسی ہیں جن کا تاریخوں میں ذکر آتا ہے اور جنہوں نے مختلف مواقع پر کَوَاعِبَ اَتْرَابًا ہونے کی ایسی شان دکھائی کہ آجکل کے مرد بھی ان کے مقابلے میں ہیچ نظر آتے ہیں۔"[1]

(۲۳) فرمایا:۔

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عمل کرتے کرتے بالکل اس میں محو ہو جاتے ہیں اور اُن کے دل کی تمام گرہیں کھل جاتی

---

[1] تفسیر کبیر جلد چہارم نصف اوّل صـ۵۲ ۔ [2] النّٰزِعٰت : ۲تا۳

ہیں اور پھر وہ اس کام میں خوشی اور بشاشت محسوس کرنے لگتے ہیں اور فرمایا یہی لوگ ہیں جو کامل مومن ہیں" [1]

(۲۴) فرمایا:۔

"مَیں نے جو کہا ہے کہ اِس زمانے میں تبلیغ کا راستہ پہلے سے زیادہ کھُلا ہؤا ہے تو اس کی میرے پاس دلیل بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ (التکویر: ۱۴) کہ آخری زمانہ میں جنّت قریب کر دی جائے گی جس کے معنے یہ ہیں کہ تبلیغ کا راستہ پہلے کی نسبت زیادہ کھُل جائے گا کیونکہ جنّت تبھی قریب ہو سکتی ہے جب بغیر کسی خاص مشقّت کے جنّت میں داخل ہونے کے سامان میسّر آجائیں چنانچہ موجودہ زمانہ میں ایسے ہی حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ اب لوگوں کے دل خود بخود موجودہ دینوں سے متنفّر ہو رہے ہیں۔ جس طرح یوروپین لوگوں کے دل ایشیائیوں کی حقارت سے پُر ہیں اسی طرح اُن کے دل مذہب کی تحقیر سے لبریز ہیں۔ پس اگر ایک طرف وہ ہمارا مٹّی کا گھر توڑنے کی فکر میں ہیں تو دوسری طرف وہ اپنے روحانی گھر کو آپ توڑ رہے ہیں۔ پس یہ کیسا اچھا موقع ہے کہ جب وہ ہمارے مٹّی کے گھر کو توڑ رہے ہوں ہم انہیں تبلیغ کے ذریعہ

---

[1] خطباتِ محمود جلد اوّل صفحہ ۱۸۴ ناشر فضلِ عمر فاؤنڈیشن۔

اپنے رُوحانی گھر میں لے آئیں اس کے بعد خانۂ واحد کا معاملہ ہو جائے گا اور ہمارا نقصان ان کا نقصان اور ہمارا فائدہ ان کا فائدہ ہو جائے گا۔ غرض یہ ایک ایسی آنکھیں کھولنے والی بات ہے کہ اگر اس کو دیکھتے ہوئے بھی کسی شخص کے دل میں تبلیغ کے متعلق بیداری پیدا نہ ہو اور یہ عہدِ صمیم کر کے نہ اُٹھے کہ مَیں اپنے اِردگِرد کے رہنے والوں کو اور اپنے ہمسایوں کو اور جہاں جہاں پہنچ سکتا ہوں وہاں تک رہنے والوں کو اسلام کی تبلیغ کروں گا تو اس سے زیادہ بدقسمت انسان اَور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آج اسلام کی ترقّی کے لئے چاروں طرف تلوار کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے۔ اسلام کی ترقّی کے لئے بندوق کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے۔ اسلام کی ترقّی کے لئے توپ کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے۔ اسلام کی ترقّی کے لئے جہازوں اور ہوائی جہازوں کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے۔ ایک ایک قلعہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اپنے خون کو بہا کر قائم کیا تھا آج مسمار ہوتا نظر آرہا ہے اور تلواروں، بندوقوں، توپوں اور ہوائی جہازوں سے ان قلعوں کو محفوظ رکھنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا لیکن اسی دُنیا کے پَردہ پر ایک احمدیہ جماعت ایسی ہے جو اپنے دلوں میں یہ یقین اور ایمان رکھتی ہے کہ توپوں کے ذریعہ سے نہیں تلواروں کے ذریعہ سے نہیں بندوقوں کے ذریعہ سے نہیں ہوائی جہازوں کے

ذریعہ سے نہیں بلکہ تبلیغ اور تعلیم اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے پھر دوبارہ ان گرتے ہوئے قلعوں کی تعمیر کی جائے گی۔ پھر دوبارہ اِسلام کے احیاء کی کوشش کی جائیگی۔ پھر دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو کسی چوٹی پر نہیں، کسی پہاڑ پر نہیں، کسی قلعہ پر نہیں، بلکہ دُنیا کے قلوب پر گاڑا جائے گا۔ اور اِس میں کیا شُبہ ہے کہ وہ دلوں پر گاڑا ہوا جھنڈا اُس جھنڈے سے بہت زیادہ بلند اور بہت زیادہ مضبوط اور بہت زیادہ پائیدار ہوتا ہے جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی یا قلعہ پر گاڑ دیا جائے۔" [1]

(۲۵) فرمایا:-

"مومن تو اِس لئے جنّت کو پسند کرتا ہے کہ اس میں اس محبوب کی خواہش ہوتی ہے۔ اِسی لئے جہاں خدا تعالیٰ نے جنّت کا وعدہ فرمایا وہاں اپنے عاشقوں کے دل رکھنے کے لئے یہ فرمایا فَادْخُلِیْ فِیْ

---

[1] خطباتِ محمود جلد اوّل صفحہ ۲۶۳، ۲۶۴

عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی اے پاکیزہ رُوح فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر: ۳۰، ۳۱) تُو میرا سچّا اور فرمانبردار ہوتے ہوئے اس باغ میں داخل ہو جا جس میں مَیں بھی تیرے ساتھ ہوں گا۔ اِس میں دُو وجوہ بتائی ہیں کہ مومن جنّت میں کیوں داخل ہوگا ایک تو اِس لئے کہ وہ میرا فرمانبردار ہوگا اور دوسرے مَیں اور وہ اکٹھے اس میں ہوں گے۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ مومن کو گویا یہ بتاتا ہے کہ مَیں جانتا ہوں تُو جنّت کی خاطر جنّت میں نہیں جائیگا بلکہ میرے قُرب کی وجہ سے جائے گا۔ اس میں جنّت کے انعام کو ایسا حقیر بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تک مَیں بندہ سے یہ نہ کہوں گا کہ اس میں داخل ہونے میں میری اطاعت ہے وہ داخل نہ ہوگا اور دوسرے جب تک مَیں اسے یہ نہ کہوں گا کہ یہ جنّت اصل مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود اس میں داخل ہونے کا یہ ہے کہ تُو میرے ساتھ رہے گا وہ داخل نہ ہوگا۔ تو اِس چھوٹی سی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عشق و محبّت کے بے اِنتہاء باب کھول دئے ہیں ''[1]

(۲۶) آیت اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (اِنشراح: ۷) میں پوشیدہ اشارات کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں:۔

---

[1] خطباتِ محمود جلد اوّل صفحہ ۲۷۳

" اَلْعُسْرِ جو دوبارہ بیان فرمایا اِس میں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اِسلام پر دُو تاریک زمانے آنے والے ہیں ایک زمانہ تو وہ تھا جو بعثتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہؤا اور آپکی زندگی میں ہی ختم ہوگیا۔ تمام تکالیف و مصائب اور جُملہ مشکلات جو اسلام کے راستہ میں دشمنوں کی طرف سے کھڑی کی گئیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی آپؐ کی دعاؤں اور آپؐ کی قربانیوں کی وجہ سے ختم ہوگئیں اور آپؐ کی وفات ایک فاتح جرنیل کی حیثیت سے ہوئی اور آیت اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) جو تنگیاں اور تکالیف تجھے پہنچ رہی ہیں ان کے بعد خدا تعالےٰ کی طرف سے بہت بڑی کامیابیاں تجھے ملنے والی ہیں۔ تنگیاں تو "ال" لگا کر محصور و محدود بتائی ہیں مگر سہولت نکرہ کی طرح وسیع ہوگی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگی کا زمانہ سارا ۲۳ سال ہے مگر اس کے مقابلہ میں اسلامی فتوحات کا زمانہ اِتنا لمبا ہے کہ وہ تنگیاں اور تکالیف اس کے سامنے ہیچ ہیں۔" [1]

" فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عظیم الشّان

---

[1] خطباتِ محمود جلد سوم صـ۲۷۳ ۔

انعامات کا وعدہ فرمایا ہے اور اسے دہرا کر اِس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں اسلام پر پھر مشکلات اور مصائب آنیوالے ہیں مگر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری قربانیاں اتنی بڑھی ہوئی ہیں کہ دوبارہ جب اسلام پر تنگی اور تکالیف کا زمانہ آئے گا تو انہی کے طفیل ہم دوبارہ یُسر پیدا کر دیں گے۔ آخری زمانہ کی تنگیوں کی قیمت بھی ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قربانیوں کی صورت میں وصول کر لی ہے اور یہی قربانیاں دوبارہ اِسلام کے لئے رحمت اور فضل کا دروازہ کھولنے کا ذریعہ بن جائیں گی۔"

(۲۷) آیت فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البیّنہ: ۴) سے قرآنی حقائق کی جامعیت کا استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:۔

"درحقیقت قرآن کریم میں ایک بہت بڑی خوبی ہے کہ جب وہ کوئی مضمون لیتا ہے تو اس کے تمام متعلقہ مضامین کو اس کے نیچے تہ بہ تہ جمع کر دیتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح زمین کے طبقات ہوتے ہیں .... وہ سب مطالب جو قرآنی الفاظ کی تہوں میں چھپے ہوئے ہیں اگر باہر نکال لئے جاتے اور ظاہری الفاظ میں انہیں بیان کیا جاتا تو جیسے اِس زمین کے اندر کی چیزیں اگر باہر آجائیں تو وہ چیزیں پھیل کر سینکڑوں میل کا علاقہ رُک جاتا اِسی طرح قرآن کریم بھی اِتنا پھیل جاتا کہ کوئی انسان اسے پڑھ نہ سکتا اور یہ کتاب نہ رہتی بلکہ ایک عظیم الشان

لائبریری ہو جاتی اور اس میں ہزاروں کتب رکھی ہوئی ہوتیں۔ ایک نسلِ انسانی کہہ دیتی کہ ہم نے اس کے پانچ سَو صفحات پڑھے ہیں۔ دوسری کہتی ہم نے اِس کے ایک ہزار صفحات پڑھے ہیں لیکن اَب قرآن کریم ایک چھوٹی سی کتاب کی شکل میں ہے اور زمین کی طرح اسکی ایک تہ کے نیچے ایک مضمون ہے، دوسری تہ کے نیچے دوسرا مضمون ہے، تیسری تہ کے نیچے تیسرا مضمون ہے اور اِسی طرح تھوڑے سے الفاظ میں ہزاروں مضامین بیان کر دئیے گئے ہیں جفظ کرنیوالے اِسے آسانی سے حفظ کر سکتے ہیں اور پڑھنے والے اسے جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں۔ اِسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے کہا ہے کہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ یعنی اِس کے اندر تمام ایسی تعلیمیں پائی جاتی ہیں جو قیامت تک کام آنے والی ہیں اور کوئی ایسی تعلیم جو دائمی ہو اِس سے باہر نہیں رہی۔ اِسی شان اور عظمت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک نام قرآن مجید بھی رکھا اور دُنیا میں یہ اِعلان فرما دیا وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ (لقمٰن : ۲۸) یعنی زمین میں تمہیں جس قدر درخت دکھائی دیتے ہیں اگر اِن تمام کو کاٹ کاٹ کر قلمیں بنا لیا جائے اور سمندر سیاہی بنا دیا جائے اور پھر آور سمندروں کا پانی بھی سیاہی بنا دیا جائے اور اِن قلموں اور سیاہی سے اللہ تعالیٰ کے کلمات لکھے جائیں تو دُنیا بھر کے درختوں

اور باغات کے درختوں کی قلمیں ٹوٹ جائیں گی اور ساتوں سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر قرآنی سمندر پھر بھی بھرا ہوُا ہی دکھائی دے گا اور اس کے معارف کبھی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے کیونکہ جس طرح خدا مجید ہے اسی طرح یہ قرآن بھی مجید ہے (البروج) اور بڑی شان اور عظمت کا کلام ہے۔ دُنیا پر کوئی زمانہ ایسا نہیں آسکتا جس میں قرآن مجید لوگوں کی راہنمائی کرنے سے قاصر ہو وہ ہر زمانہ میں ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے اور مخالفینِ اسلام کی آنکھوں کو اپنی چمک سے خیرہ کر دیتا ہے۔ وہ تورات اور ژندا وستا اور وید کی طرح ایک مُردہ کتاب نہیں جو ہر زمانہ کی مشکلات کا حل پیش کرنے سے قاصر ہو بلکہ وہ ایک زندہ کتاب ہے جس سے ہر زمانہ میں زندگی کا تازہ سامان لوگوں کو میسّر آ سکتا ہے اور وہ معارف اور حقائق کا ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آسکتا۔" [1]

(۲۸) آپ کے نزدیک سورہ کوثر پوری دُنیائے اسلام خصوصًا اہلِ پاکستان کے لئے دائمی مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ٥ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ٥ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ٥ کے الفاظ گو ایک رنگ میں رسول کریم

---

[1] تفسیر کبیر جلد پنجم حصّہ سوم صفحہ ۳۵۶۔ ۳۵۸ ؛

صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں مگر ایک رنگ میں آج پاکستان کے ہر فرد کے سامنے یہ الفاظ رہنے چاہئیں اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ خدا نے آپ لوگوں کو ایک آزاد حکومت دے دی ہے جس میں اسلامی طریقوں پر عمل کرنے کا آپ لوگوں کے لئے موقع ہے۔ اب اِس دوسرے حصّے کو پورا کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں عبادتیں بجالائیں اور اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنائیں اس کے ساتھ ہی وہ اپنے ملک اور اپنی قوم اور اپنے مذہب کی عزت بچانے کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ کرتا ہے کہ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ وہ دشمن جو آج انہیں کچلنا چاہتا ہے خود کچلا جائے گا، وہ دشمن جو انہیں تباہ کرنا چاہتا ہے خود تباہ ہو جائے گا.... یہ ایک چھوٹی سی سُورت ہے مگر قومی فرائض اور ذمہ داریوں کی وہ تفصیل جو اِس سُورۃ میں بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ سے امداد حاصل کرنے کے وہ ذرائع جو اِس سُورۃ میں بیان کئے گئے ہیں اُن کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے یہ سورۃ آج ہر پاکستانی کے سامنے رہنی چاہیئے۔" [1]

## (۲۹) سورۂ فیل اور سورۂ ایلٰف کی نسبت حضرت مصلح موعودؓ کی الہامی تفسیر

---

[1] الازھار لذوات الخمار حصہ دوم صفحہ ۳۰، ۳۱ طبع دوم؛

حسبِ ذیل ہے:۔

"یہاں وہ مضمون آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اِس زمانے میں صرف مجھ پر کھولا ہے اور جس کی طرف تیرہ سَو سال تک مسلمانوں کی توجہ نہیں گئی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ دُو سُورتیں یعنی سورہ الفیل اور سورہ ایلاف اِس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بلکہ آپ کی پیدائش سے بھی پہلے آپ کے دشمنوں اور دوستوں نے تیاری شروع کر دی تھی .... اِس سورۃ میں درحقیقت آخری زمانہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور مسلمانوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ .... پھر ایک زمانہ میں عیسائی دُنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت اور آپ کی قوت کو مٹانے کی کوشش کرے گی اور تسلی دیتا ہے کہ تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے جس خدا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے بھی پہلے آپؐ کا اَدب اور احترام کیا تھا اس خدا کے متعلق کون یہ خیال بھی کر سکتا ہے کہ وہ آپؐ کی پیدائش کے بعد، آپؐ کے دعویٰ نبوت کے بعد، آپؐ کی بے مثال اور حیرت انگیز قربانیوں کے بعد، آپؐ کی خدا تعالیٰ سے بے اِنتہاء محبت کے اظہار کے بعد، آپؐ کی اعلیٰ درجے کی نیک اور پاک جماعت دُنیا میں قائم ہو جانے کے بعد، آپؐ کی کامل اور ہر قسم کے نقائص سے منزہ شریعت لوگوں کے سامنے پیش ہو جانے کے بعد، آپؐ کے دین اور مذہب کے تمام دُنیا میں پھیل جانے کے بعد

اب اس ہتک کو برداشت کرلے گا کہ اُسے تباہ ہونے دے اور دشمن کو اس کے بداراردوں میں کامیاب کر دے۔ کوئی عقلمند جو ذرا بھی اِن واقعات پر نگاہ رکھنے والا ہو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوئے ایک لحظہ کے لئے بھی یہ بات نہیں مان سکتا کہ اِس مقابلہ میں عیسائیت کو کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ یقیناً ایک مسلمان کے لئے اِس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ ٹکر جو اسلام اور عیسائیت میں ہونے والی ہے اس کا وہی کچھ نتیجہ نکلے گا جو ابرھہ کے وقت میں نکلا جب کہ وہ خانۂ کعبہ سے ٹکر لینے کے لئے آیا۔" [1]

(۳۰) سُورۃ النّصر کی عارفانہ تفسیر ملاحظہ ہو:۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے فتح کے ساتھ ہی استغفار کا ارشاد فرمایا ہے کیونکہ کسی قوم کو بڑھنے اور ترقی کرنے کا جو وقت ہوتا ہے وہی وقت اُن کے تنزّل کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے اور جب کوئی قوم بڑھ جاتی ہے اُسی وقت اُس میں فساد اور فتنے بھی شروع ہو جاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ قوم میں ایسے لوگ آجاتے ہیں جو نبی کی خدمت اور صحبت میں نہیں رہے ہوتے، اچھی طرح آلائشوں سے پاک و صاف نہیں ہوتے اور جنہیں وہ مشکلات

---

[1] تفسیر کبیر جلد ششم جزء چہارم حصہ سوم صفحہ ۱۴۵، ۱۸۷، ۱۸۸۔

پیش نہیں آئی ہوتیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کو پاک کرنے کے لئے مقرر فرمائی ہوئی ہیں اِس لئے وہ فتنہ فساد پیدا کرتے ہیں اور قوم کو تباہی کے گھاٹ اُتارنا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ اِس مضمون کو غور سے سُنیں اِس کا کچھ حصّہ علمی اور تاریخی ہے اِس لئے ممکن ہے کہ بعض کو مشکل معلوم ہو لیکن یہ وہ بات ہے اور مَیں کامل یقین سے کہتا ہوں یہ وہ بات ہے جو خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں تو بیان فرمائی ہے لیکن آج تک کسی نے اسے قرآن شریف سے سیکھ کر بیان نہیں کیا۔ مجھے خدا تعالیٰ نے سکھائی ہے اور اِس بات کا موقع دیا ہے کہ آپ لوگوں کو سُناؤں۔ پس جو شخص اسے سُنے گا پھر اس پر عمل کرے گا وہ کامیاب اور بامراد ہو جائے گا۔" [1]

اور بالآخر قرآن کا خلاصہ حضورؓ ہی کے الفاظ میں درج ہے:۔

"بِسْمِ اللّٰہ کی "ب" سے لے کر والنّاس کی "س" تک قرآن کریم کا ایک ایک کلمہ، اس کا ایک ایک لفظ اور اس کا ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لئے سلام کا پیغام لے کر آیا ہے اور

---

[1] انوارِ خلافت ص۱۰۱۔

اپنے اندر اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اب بھی مسلمان خدا تعالیٰ کے پیغام کے جواب کے لئے تیار ہو جائیں اور اس کی اطاعت کے لئے اپنے دلوں کے دروازے کھول دیں تو یقیناً ان کی دُنیا بدل سکتی ہے۔"[۱]

سچ فرمایا حضرت مصلح موعودؓ نے کہ:۔

"میرے ظاہری علم کو لیا جائے تو کسی صورت میں بھی عالم نہیں کہلا سکتا مگر مَیں نے قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھا اور اس سے فائدہ اُٹھایا.... کوئی مضمون ہو بغیر سوچنے کے کھڑا ہوتا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ پر علم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر قرآن کریم کے ایسے ایسے نکات ظاہر کئے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت (اقدس ـــ ناقل) کو مستثنیٰ کر کے اِس تیرہ سَو سال کے عرصہ میں کسی سے ظاہر نہیں ہوئے"[۲]

# آٹھواں پہلو

## (قرآن ہمہ گیر شریعت ہے)

قرآن مجید کی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔

---

[۱] تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ دوم صد ؎۳۔

[۲] الازہار لذوات الخمار صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷۔

جیسا کہ فرماتا ہے :-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ ۴)

پچھلی صدیوں میں یورپ کے دانشوروں نے اِس قرآنی دعویٰ کا مذاق اڑایا چنانچہ ایک برطانوی مصنف لیفٹیننٹ ولیم ہربرٹ ( LEIUT : WILLIAM HERBERT ) (جس نے فوجی جرنیل کی حیثیت سے ۱۸۷۷ء میں ترکی اور رُوس کی جنگ میں ترکی کی طرف سے حصّہ لیا تھا) اپنی کتاب

"محاربہ پلیونہ

میں لکھتا ہے :-

"اِسلام کی اہم ترین اور سب سے بڑی غلطی جو ایک دن میری رائے میں ضرور مُہلک ثابت ہوگی یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں (یعنی مسلمان اپنے مذہب کو) ایسا کامل و مکمل سمجھتے ہیں جس میں اصلاح و ترمیم کی گنجائش نہ رہ گئی۔ اِس غلط فہمی کی وجہ سے وہ زمانہ کی روز افزوں شائستگی اور ترقی کے قدم بقدم نہیں چل سکتا اور یہ غلطی توحیدِ کاملہ اور مذہب کے اعلیٰ ترین حصول سے بھی مانع ہے۔" [1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو چونکہ ہر پہلو سے قرآنی عظمتوں اور رفعتوں کو نمایاں کرنے کے لئے بھیجا تھا اِس لئے آپ نے مغرب کے اس زہریلے پراپیگنڈا

---

[1] محاربات پلیونہ حصّہ اوّل صـ۳۸ اُردو ترجمہ مطبوعہ حمیدیہ ایجنسی لاہور ۱۹۰۴ء ۔

کا پُرزور جواب دیا اور اپنی کتابوں، تفسیروں اور تقریروں میں ثابت کیا کہ اسلام
اور قرآن زندگی کے ہر شعبے کی رہنمائی کرتے ہیں اور نہ صرف مذہبی اور دینی علوم
بلکہ اخلاقیات، سیاسیات، نفسیات، معاشیات اور عمرانیات غرض کہ انسانی
زندگی کا کوئی گوشہ ایسا موجود نہیں جس کے بارہ میں قرآن مجید میں جامعیت کے ساتھ
دائمی تعلیمات موجود نہ ہوں۔ یہ پراپیگنڈا برطانیہ سے اُٹھا تھا اور حضورؓ نے ۱۹۲۴ء
کی برطانوی ویمبلے کانفرنس WEMBLEY CONFERENCE
میں ہی لیکچر دیا جس میں اسلام کو ایک کامل مکمل دین کی حیثیت سے پیش فرمایا جس سے
علمی حلقے بہت متاثر ہوئے۔ ویمبلے کانفرنس (WEMBLEY
CONFERENCE) میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے خصوصی القاء کے ماتحت
ایک ایسا عظیم الشان انکشاف فرمایا جس کے متعلق یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ
گذشتہ تیرہ سَو سال کے مفسرین میں سے قطعی طور پر کسی نے نہیں کیا۔ وہ انکشاف
یہ تھا کہ قرآنِ مجید نے عالمی امن کے قیام کے لئے ایک اسلامی لیگ آف نیشنز (یا
موجودہ اصطلاح کے مطابق اِسلامی U.N.O) کے ایک مکمل اور خودمختار ادارہ
کا تخیل پیش فرمایا ہے اور جب تک اقوامِ عالم اس سے وابستہ نہ ہوں دُنیا
میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا:۔

"جھگڑوں کو مٹانے کے لئے ایک عجیب حکم دیا ہے جسے آج ہم
لیگ آف نیشنز (LEAGUE OF NATIONS) کی شکل میں
دیکھتے ہیں لیکن ابھی تک یہ لیگ ویسی مکمل نہیں ہوئی جس حد تک کہ
اِسلام اسے لے جانا چاہتا ہے۔ اِسلام یہ حکم دیتا ہے کہ وَ اِنْ

طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ج فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝

(الحجرات : ۱۰) یعنی اگر دو قومیں مسلمانوں میں سے آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی آپس میں صلح کرا دو یعنی دوسری قوموں کو چاہیئے کہ بیچ میں پڑ کر ان کو جنگ سے روکیں اور جو وجہ جنگ کی ہے اس کو مٹائیں اور ہر اک کو اس کا حق دلائیں لیکن اگر باوجود اس کے ایک قوم باز نہ آئے اور دوسری قوم پر حملہ کر دے اور مشترکہ انجمن کا فیصلہ نہ مانے تو اس قوم سے جو زیادتی کرتی ہے سب قومیں مل کر لڑو یہاں تک کہ خدا کے حکم کی طرف وہ لوٹ آئے یعنی ظلم کا خیال چھوڑ دے پس اگر وہ اِس امر کی طرف مائل ہو جائے تو ان دونوں قوموں میں پھر صلح کرا دو مگر انصاف اور عدل سے اور مروّت سے کام لو اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِس آیت میں بین الاقوامی صلح کے قیام کے لئے مندرجہ ذیل لطیف گُر بتائے ہیں :۔

سب سے اوّل جب دو قوموں میں لڑائی اور فساد کے آثار ہوں معًا دوسری قومیں بجائے ایک یا دوسری کی طرفداری کرنے کے ان دونوں کو نوٹس دیں کہ وہ قوموں کی پنچائت سے اپنے جھگڑے کا

فیصلہ کرائیں اگر وہ منظور کر لیں تو جھگڑا مِٹ جائے گا لیکن اگر ان میں سے ایک نہ مانے اور لڑائی پر تیار ہو جائے تو دوسرا قدم یہ اُٹھایا جائے کہ باقی سب اقوام اس کے ساتھ مل کر لڑیں ظاہر ہے کہ سب اقوام کا مقابلہ ایک قوم نہیں کر سکتی ضرور ہے کہ جلد اس کو ہوش آجائے اور وہ صُلح پر آمادہ ہو جائے۔ پس جب وہ صلح کے لئے تیار ہو تو تیسرا قدم یہ اُٹھائیں کہ ان دونوں قوموں میں جن کے جھگڑے کی وجہ سے جنگ شروع ہوئی تھی صلح کرا دیں یعنی اس وقت اپنے آپکو فریقِ مخالف بنا کر خود ہی اس سے معاہدات کرنے نہ بیٹھیں بلکہ اپنے معاہدات کو جو پہلے تھے وہی رہنے دیں صرف اس سے پہلے جھگڑے کا فیصلہ کریں جس سبب سے جنگ ہوئی تھی اب جنگ کی وجہ سے نئے مطالبات قائم کر کے ہمیشہ کے فساد کی بُنیاد نہ ڈالیں۔

چوتھے یہ امر مدِنظر رکھیں کہ معاہدہ انصاف پر مبنی ہو یہ نہ ہو کہ چونکہ ایک فریق مخالفت کر چکا ہے اِس لئے اس کے خلاف فیصلہ کر دو۔ باوجود جنگ کے اپنے آپ کو ثالثوں کی ہی صف میں رکھو فریقِ مخالف نہ بن جاؤ۔ اِن امور کو مدِنظر رکھ کر اگر کوئی انجمن بنائی جائے تو دیکھو دُنیا میں کس طرح بین الاقوامی صلح ہو جاتی ہے"۔[1]

پھر حضورؓ نے ۱۹۳۲ء میں فرمایا:۔

---

[1] "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" نوشتہ ۱۹۲۴ء صفحہ ۲۲۸-۲۲۹ +

"چونکہ اسلام کے اصول نہایت پکے ہیں اِس لئے جب مَیں اسلام کے اصول کے ماتحت کسی علم کو دیکھتا ہوں تو اس کا سمجھنا میرے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ کوئی علم ہو خواہ وہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو مَیں اس پر جب بھی غور کروں گا ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچوں گا۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا کا کوئی علم ایسا نہیں جس کے اصول کو مَیں نہ سمجھتا ہوں بغیر اس کے کہ مَیں نے ان علوم کی کتابیں پڑھی ہوں مجھے خدا تعالیٰ نے ان کے متعلق عِلم دیا ہے اور چونکہ مَیں قرآن کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اِس لئے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل کرنا نہیں پڑا۔ بسا اوقات ایسا ہُوا ہے کہ اِن علوم کے جاننے والوں سے میری گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد اُنہوں نے کہا کہ آپ کا مطالعہ اِس علم میں نہایت وسیع معلوم ہوتا ہے حالانکہ مَیں نے اس علم کے متعلق ایک کتاب بھی نہیں پڑھی تھی۔ غرض مَیں نے قرآنِ مجید کے ماتحت ہر علم کو دیکھا اور اب اس کی وجہ سے قرآنِ مجید سے باہر کسی چیز کی ضرورت نہیں سوائے ان تفاسیر کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت (اقدس ۔ ناقل) نے کیں اور وہ بھی قرآن کا ایک حصّہ ہی ہیں اس سے باہر نہیں۔" [1]

---

[1] الفضل قادیان ۷ر جولائی ۱۹۳۲ء صفحہ ۵

یہاں اِس دعویٰ کی حقانیت کی ایک درخشندہ مثال پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور وہ یہ ہے کہ سوویٹ انقلاب ( Soviet Revolution ) کے پہلے قائد لینن ( LENIN ) نے ۲۰ مئی ۱۹۲۰ء کو ہندوستان کے سوشلسٹوں ( SOCIALISTS ) کے نام خصوصی پیغام بھیجا کہ ہم مسلم اور غیر مسلم عناصر کے پکے اتحاد کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس بات کے خواہشمند ہیں کہ یہ اتحاد مشرق کے تمام محنت کشوں کو اپنے آغوش میں لے لے کیونکہ صرف اسی طرح استحصال کرنیوالوں کے مقابلہ میں فیصلہ کُن فتح یقینی ہو سکتی ہے۔ یہ پیغام آزاد ایشیا زندہ باد کے نعرہ پر ختم ہؤا۔ [1]

اِس پیغام اور اشتراکی لیڈروں کے براہِ راست ہندوستانی مزدوروں سے روابط اور دلچسپی کے نتیجہ میں متحدہ ہندوستان ( جو اس وقت سیاسی اتار چڑھاؤ کی آماجگاہ بنا ہؤا تھا ) چند سالوں کے اندر رُوسی خیالات کا زبردست مرکز بن گیا اور بعض کانگریسی لیڈروں کی پُشت پناہی نے اس کی مقبولیت کے بڑھانے میں بڑا سرگرم حصّہ لیا حتّٰی کہ بعض چوٹی کے مسلم حلقے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے عین اس وقت سیّدنا محمود مصلح موعودؓ مضطرب دِل لئے میدانِ عمل میں آئے اور آپ نے اِسلام کے نظامِ اقتصاد کی بَرتری دُنیا کے تمام "اِزموں" خصوصاً اشتراکیّت پر ثابت کر دکھلائی اور "نظامِ نَو" اور "اِسلام کا اِقتصادی نظام" جیسے ولولہ انگیز اور معلومات افروز اور معرکہ آراء لیکچر دئے

---

[1] "پنجاب کی سیاسی تحریکیں" از عبداللہ ملک صفحہ ۱۰۶، ۱۰۸ ؎

جس نے اِشتراکیت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا دوسری طرف خدا کے اس جَری پہلوان نے یہ اعلان کیا کہ ایک سچّا اور غیور مسلمان اور عاشقِ رسول ؐ اشتراکی تحریک کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ چنانچہ آپؒ نے نہایت پُرشوکت انداز میں فرمایا کہ:۔

" جہاں تک واقعات کا سوال ہے کمیونسٹ نظام میں ان لوگوں کی کوئی جگہ نہیں۔ مَیں دوسری دُنیا کو نہیں جانتا مگر مَیں اپنے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ نظام جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نہیں خدا کی قسم اس میں میری بھی جگہ نہیں ہم اسی ملک کو اپنا ملک اور اس نظام کو اپنا نظام سمجھتے ہیں جس میں ان لوگوں کو پہلے جگہ ملے اور بعد میں ہمیں جگہ ملے وہ ملک اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بند ہے تو یقیناً ہر سچّے مسلمان کے لئے بھی بند ہے وہ حقیقت پر پَردہ ڈال کر مذاہب پر عقیدت رکھنے والوں کو اس نظام کی طرف لا سکتے ہیں مگر حقیقت کو واضح کرکے کبھی نہیں لا سکتے"۔[1]

اِس کے برعکس شاعرِ مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال نے سر فرانسس ینگ ہسبنڈ (SIR FRANCIS YOUNG HUSBAND) کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا:۔

---

[1] اِسلام کا اقتصادی نظام صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۰ ؎

"اگر بالشوزم ( BOLSHOVISM ) میں خدا کی ہستی کا اقرار شامل کر دیا جائے تو بالشوزم، اسلام کے بہت ہی قریب آجاتا ہے اِس لئے میں متعجب نہ ہوں گا اگر کسی زمانے میں اسلام رُوس پر چھا جائے یا رُوس اسلام پر۔" [1]

اِسی طرح متحدہ ہندوستان کے مشہور لیڈر جناب چودھری افضل حق صاحب "مفکرِ احرار" نے لکھا:۔

"اِسلام کو رُوس کے اقدامات سے کوئی خوف نہیں بلکہ اس کا اقتصادی پروگرام اسلامی پروگرام ہے۔ سوویٹ رُوس سرمایہ دار کے مقابلے میں غریبوں کا حامی ہے۔ اس کا اصولِ مساوات اسلامی شریعت سے ماخوذ ہے۔ اسلام سے پہلے صنفِ نازک کی حالت نہایت ذلیل تھی غلام پر عرصۂ حیات تنگ تھا۔ غریب کی دُنیا تاریک تھی۔ اسلام نے دُنیا کو مساوات کی بنیاد پر نئی تعمیر کی دعوت دی۔ رُوس کے اقدامات اس اسلامی دعوت کی تجدید ہیں۔" [2]

چوہدری صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا:۔

"لوگ بجا طور پر پُوچھتے ہیں کہ احرار کو کیا ہو گیا کہ مذہب کی دلدل

---

[1] مطبوعہ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۳۰ء بحوالہ چٹان لاہور ۱۹ دسمبر ۱۹۶۵ء صـ۳ ۔ [2] "سوشلزم ایک مسلمان کی نظر میں" از چودھری افضل حق ترتیب محمد مہدی انور کلاسیک لاہور۔

میں پھنس گئے یہاں پھنس کر کون نکلا ہے جو یہ نکلیں گے؟ مگر یہ کون لوگ ہیں؟ وہی جن کا دل غریبوں کی مصیبتوں سے خون کے آنسو روتا ہے۔ وہ مذہبِ اسلام سے بھی بیزار ہیں اِس لئے کہ اس کی ساری تاریخ شہنشاہیت اور جاگیرداری کی دردناک کہانی ہے کسی کو کیا پڑی کہ وہ شہنشاہیت کے خس وخاشاک کے ڈھیر کی چھان بین کر کے اِسلام کی سُوئی کو ڈھونڈے تاکہ انسانیت کی چاک دامانی کا رفو کر سکے اس کے پاس کارل مارکس (KARL MARX) کے سائنٹیفک سوشلزم کا ہتھیار موجود ہے۔ وہ اس کے ذریعے سے امراء اور سرمایہ داروں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے اسے اسلام کی اتنی لمبی تاریخ میں سے چند سال کے اوراق کو ڈھونڈ کر اپنی زندگی کے پروگرام بنانے کی فرصت کہاں"[1]

ــہ یاد ہیں قرآن کے الفاظ تو اُن کو تمام
اور پوچھیں تو ہیں کہتے یہ ہے اللہ کا کلام
پر یقیں مفقود ہے ایمان ہے بالکل ہی خام
علم وعرفاں کی غذا ان پر ہے قطعاً ہی حرام
تیرے بندے اے خدا دُنیا میں کچھ ایسے بھی ہیں [2]

---

[1] "تاریخِ احرار" از افضل حق ص۱۷۶ مکتبہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان طبع دوم ٭ [2] کلامِ محمود ص۱۸۰

# نواں پہلو

## (قرآن اور عہدِ حاضر کے جدید سائنسی انکشافات)

کلام اللہ کے مرتبہ کا ایک اور عظیم الشان ظہور حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتِ گرامی سے اِس طرح ہوُا کہ حضورؓ نے یورپ کے باطل فلسفہ کے مقابل پر قرآنِ مجید کی صداقتوں کو اُجاگر کیا اور بے شمار ایسے علمی انکشافات قرآن سے ثابت کر کے دکھلا دئے جن کا موجودہ زمانہ سے پہلے نام ونشان نہیں ملتا اور مغربی دُنیا کی رسائی بڑے طویل اور کٹھن تجربوں کے بعد ان تک ہو سکی۔ ۳۔ مارچ ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ حضور کا ایک لیکچر "مذہب اور سائنس" کے موضوع پر حبیبیہ ہال لاہور میں شاعرِ مشرق ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال کی صدارت میں ہوُا۔ حضور نے اڑھائی گھنٹہ تک تقریر فرمائی اور قرآن وحدیث کو سائنس اور علومِ جدیدہ کی بعض نئی تحقیقاتوں کے بالمقابل رکھ کر کئی مثالوں سے واضح فرمایا کہ سائنس نے جو باتیں آج دریافت کی ہیں ان کا انکشاف تیرہ سو سال پہلے قرآنِ مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ یہ علمی لیکچر ہر پہلو سے نہایت کامیاب لیکچر تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ :۔

> "ایسی پُر معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سُننے میں آئی ہے اور خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے۔ مَیں اپنی تقریر کو زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھ سکتا تا مجھے اِس تقریر سے جو لذّت حاصل ہو رہی

ہے وہ زائل نہ ہو جائے اِس لئے مَیں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں "۔[1]

قیامِ پاکستان سے قبل حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک دفعہ پنجاب یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر پُوری حاضر ہوئے تو حضور نے زراعت کے متعلق جب قرآنی تحقیق بیان فرمائی تو وہ دنگ رہ گئے۔ اِس ایمان افروز واقعہ کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے باِیں الفاظ بیان فرمائی ہے:-

"پنجاب یونیورسٹی کا ایک پروفیسر تھا جس کا نام مسٹر پُوری تھا۔ وہ ایک دفعہ قادیان آیا۔ وہ گورنمنٹ کی طرف سے اِس تحقیقات پر مقرر کیا گیا تھا کہ اپنے ملک کے زمینی اجزاء دیکھ کر معلوم کرے کہ اُن میں کیمیاوی اجزاء کتنے ہیں اور وہ کس حد تک گندم یا دوسری چیزیں پیدا کر سکتے ہیں؟ وہ مجھے ملا اور کہنے لگا کہ میرا علم اِس بارہ میں بڑا وسیع ہے اور آپ کو مجھ جیسا کوئی اَور آدمی نہیں ملا ہوگا۔ مجھے گورنمنٹ نے خاص طور پر اس کام کے لئے مقرر کیا ہے اور میری تحقیقات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ڈھائی سَو من تک فی ایکڑ گندم پیدا ہو سکتی ہے اور مجھے اپنی اِس تحقیق پر بڑا ناز ہے۔ اس نے لاہور کے پاس ایک بہت بڑی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنائی تھی۔ وہی جگہ بعد میں ہمیں بھی الاٹ ہوئی تھی اور کچھ عرصہ تک ہماری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بھی وہیں رہی۔ جب اس نے یہ بات کہی تو مَیں نے کہا" اڑھائی سَو من؟ قرآن کریم

---

[1] الفضل ۱۵ر مارچ ۱۹۲۷ء صفحہ ۹۔

سے تو پتہ لگتا ہے کہ سات سَو من تک پیداوار ہو سکتی ہے۔ وہ یہ
سُنکر بالکل گھبرا گیا اور کہنے لگا قرآن کریم میں یہ لکھا ہے !!؟
مَیں نے کہا ہاں! قرآن میں ذکر ہے۔ کہنے لگا پھر مجھے وہ آیت
لکھوا دیں۔ چنانچہ مَیں نے اپنے سیکرٹری کو بُلا کر کہا کہ یہ آیت
اسے لکھ کر دے دیں۔ وہ کہنے لگا مجھے اِس کا بالکل علم نہیں تھا
یہ تو بالکل نیا علم ہے اور ابھی ہندوستان میں شروع بھی نہیں
ہُوا مَیں پہلا آدمی ہوں جس نے اِس کی تحقیقات شروع کی ہے اور
یورپ کی سٹڈی (STUDY) کرکے مجھے اِس کام پر مقرر کیا گیا
ہے۔ مَیں نے کہا سات سَو من ہی نہیں قرآن کہتا ہے وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ
لِمَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ چاہے تو سات سَو سے بھی بڑھا دے۔ کہنے
لگا میری تحقیقات اِس وقت تک صرف اِتنی ہی ہے کہ ہمارے مُلک
میں اِتنے کیمیاوی اجزاء موجود ہیں کہ فی ایکڑ اڑھائی سَو من تک
گندم پیدا ہو سکتی ہے مگر جو باہر کی کتابیں مَیں نے پڑھی ہیں اُن
سے چار سَو من تک پتہ چلتا ہے۔ مَیں نے کہا پھر ان کتابوں سے
بھی بڑھ کر قرآن کریم میں علم موجود ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ فی ایکڑ
سات سَو من تک گندم ہو سکتی ہے'' [1]

الغرض جہاں تک فلسفہ اور تحقیقاتِ جدیدہ کے مقابل پر قرآنی عظمت کے قیام

---

[1] سیرِ روحانی جلد سوم صفحہ ۶۵، ۶۶ ؎

کا تعلق ہے، حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ اس کا بھی پوری آب و تاب کے ساتھ اظہار ہؤا اور اِس طرح حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی یہ پیشگوئی لفظاً لفظاً پوری ہو گئی کہ:۔

"اِس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بیدل نہیں ہونا چاہیئے کہ اب کیا کریں یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صُلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اَب زمانہ اسلام کی رُوحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو عنقریب اس لڑائی میں بھی دُشمن ذِلّت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علومِ جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار اُن کے لئے ہزیمت ہے۔ مَیں شکرِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے مَیں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علومِ مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اِسلام کی سلطنت

کو اِن چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال رُوحانی ہے اور فتح بھی رُوحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کر دیوے کہ کالعدم کر دیوے .... یاد رہے قرآن کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی اوّلین اور آخرین کے فلسفہ کے مجموعی حملہ سے ذرّہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ وہ ایسا پتّھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کرے گا اور جو اس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔" [1]

## دسواں پہلو

### (قرآنِ مجید میں غیبی خبروں کی کثرت)

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ۝ (التکویر: ۲۴، ۲۵) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کو یقیناً

---

[1] آئینہ کمالاتِ اسلام حاشیہ صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۵۸ ۔

کھلے اُفق پر دیکھا ہے اور آپ غیب کی خبریں بتانے میں ہرگز بخیل نہیں۔

اِس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اخبارِ غیبیہ سے نوازا جو ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ:۔

"کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ نَبَأُ مَنْ قَبْلَکُمْ وَخَبَرُ مَنْ بَعْدَکُمْ.... وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ"[1]

یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں موجود ہیں اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حقیقت افروز فرمان ہر مفسّر اور مورّخ کیلئے قیامت تک مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ شرف اور سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کے لئے اَزل سے رکھی تھی کہ قرآن مجید سے تاریخِ اسلام کے ہر اہم موڑ کے لئے کلام اللہ میں جو پہلے سے خبریں موجود ہیں یا جن کا واقعاتِ عالم کے ساتھ گہرا تعلق ہے ان کو قرآنِ مجید سے منکشف کر دکھائیں۔ حضور نے اِس سلسلہ میں قرآن سے جو تاریخی انکشافات فرمائے وہ نہایت درجہ حیرت انگیز ہیں۔ یہ بات دوسرے مفسّرین سے یکسر اوجھل رہی اور انہوں نے مستقبل سے متعلق تمام قرآنی پیشگوئیوں کو یا قیامت پر چسپاں کر دیا یا گذشتہ واقعات پر۔ مگر حضرت المصلح الموعودؓ نے اپنی

---

[1] کنز العمّال فی سنن الاقوال والافعال صـ ۱۷۳-۱۷۶ للعلامۃ علاؤ الدّین علی المتقیؒ۔

تفسیر میں قرآن شریف کی ایسی بہت سی پیشگوئیوں کی نشاندہی فرمائی جو قرآن مجید میں موجود تھیں اور اب اِس زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اور قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر زندہ نشان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً مغربی اقوام اور رُوس کی ترقی، نہر سویز اور نہر پانامہ کی پیشگوئی، دُخانی جہازوں کی پیشگوئی، ریل، موٹر، ہوائی جہاز کی ایجاد کی پیشگوئی، ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی پیشگوئی، کاسمک ریز اور بموں کی پیشگوئی، بادشاہتوں کی تباہی اور جمہوریتوں کے قیام کی پیشگوئی، چڑیا گھروں کے قیام کی پیشگوئی، وحشی اقوام کے متمدن بن جانے کی پیشگوئی، پریس کے قیام اور کتابوں کی بکثرت اشاعت کی پیشگوئی، علمِ ہیئت کی ترقی کی پیشگوئی، علمِ طبقات الارض کی ترقی کی پیشگوئی، چاند اور مریخ کے زمین کے ساتھ وابستہ ہونے کی پیشگوئی، علماءِ ظواہر کے علمِ دین سے بے بہرہ ہو جانے کی پیشگوئی وغیرہ سینکڑوں پیشگوئیاں تفسیرِ کبیر میں ملتی ہیں جن سے قرآن مجید کا زندہ کتاب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت المصلح الموعودؓ نے قرآنی آیات کی روشنی میں مستقبل کے متعدد انقلابات کے ظہور کا استدلال تفسیر کبیر میں فرمایا جن میں سے بعض اِس تفسیر کی اشاعت کے بعد ظاہر ہوئے۔ مثلاً حضور نے مدتوں قبل سورۂ بنی اسرائیل کی بعض قرآنی آیات سے استدلال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ یہود نامسعود کو سزا دینے کے لئے انہیں ایک دفعہ پھر فلسطین میں جمع کر دے گا۔ یہ پیشگوئی ۱۹۴۸ء میں پوری ہو گئی جس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے قرآنی آیت اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۝ (الانبیاء: ۱۰۶) کی تفسیر کرتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ:۔

"پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے اور لازماً اس کے معنے یہ ہیں کہ سارا نظام جس کو "یو۔این۔او" (U.N.O.) کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جا رہا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دیگا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور پھر اس جگہ پر لاکر مسلمانوں کو بسائیں۔ دیکھو حدیثوں میں بھی یہ پیشگوئی آتی ہے۔ حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ فلسطین کے علاقہ میں اسلامی لشکر آئے گا اور یہودی اس سے بھاگ کر پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے اور جب ایک مسلمان سپاہی پتھر کے پاس سے گذرے گا تو پتھر کہے گا "اے مسلمان! خدا کے سپاہی!! میرے پیچھے ایک یہودی کافر چھپا ہوا ہے اس کو مار"—— جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تھی اُس وقت کسی یہودی کا فلسطین میں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ پس اِس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یہودی اس ملک پر قابض ہوں گے مگر پھر خدا مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور اسلامی لشکر اس ملک میں داخل ہوں گے اور یہودیوں کو چُن چُن کر چٹانوں کے پیچھے ماریں گے۔ پس 'عارضی' میں اِس لئے کہتا ہوں کہ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ کا حکم موجود ہے مستقل طور پر تو فلسطین عبادی الصالحون کے ہاتھ میں رہنی ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے عبادی الصالحون، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے لوگ لازماً اُس ملک میں جائیں گے۔ نہ

امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں نہ ایچ بم (H . BOMB)
کچھ کر سکتے ہیں نہ رُوس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔ یہ خدا کی تقدیر
ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے چاہے دُنیا کتنا زور لگالے"۔ لہ

اب مَیں ایک ایسا تفسیری نمونہ پیش کرتا ہوں جس سے قرآن کی عظمت کا سِکّہ ساری دُنیا پر بیٹھ گیا اور قرآن کی فتح مُبین کے نقارے ہر جگہ بج گئے۔ آیتِ قرآنی ایک ہی ہے مگر اس میں دُو تاریخی نشان دُنیا نے مشاہدہ کئے ان نشانوں میں سے ایک چودھویں صدی کے آغاز میں اور دوسرا چودھویں صدی کے اختتام پر حال ہی میں ظاہر ہؤا ہے۔

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہٗ نے دیباچہ تفسیر القرآن میں تحریر فرمایا:۔

"یورومین مصنفوں کا یہ خیال کہ قرآن کریم میں پیشگوئیاں نہیں بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم شروع ہی پیشگوئی سے ہؤا ہے چنانچہ اس کی پہلی چند آیتوں ہی میں جو غارِ حرا میں نازل ہوئی تھیں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ قرآن کریم کے ذریعہ وہ علوم بیان کئے جائیں گے جو اس سے پہلے انسان کو معلوم نہیں تھے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے وہ باتیں بیان کی ہیں جو پہلی کتابوں نے بیان نہیں کی تھیں اور اُن کی غلطیاں نکالی ہیں اور اس زمانہ میں اُن کی

---

لہ سیرِ رُوحانی جلد سوم صفحہ ۵۲، ۵۳؂

تصدیق ہو رہی ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے یہ بتایا تھا کہ فرعون کی لاش
اس کے ڈوبنے کے وقت ہی بچالی گئی اور محفوظ کر دی گئی تھی تاکہ
وہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے نشان کے طور پر کام آئے۔
اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ
وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰیٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ
اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ
وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ
مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ
خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝

(یونس ع۹)

ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار سلامتی سے اُتار دیا اور اُنکے
بعد فرعون اور اس کا لشکر سرکشی اور دشمنی سے اُن کے پیچھے آیا
اور پیچھا کرتا چلا گیا یہاں تک اس کے غرق کرنے کے ہم نے سامان
کر دئیے۔ اس وقت فرعون نے کہا مَیں ایمان لاتا ہوں کہ بنو اسرائیل
جس خدا پر ایمان لائے ہیں اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں تب
ہم نے کہا تو اب ایمان لاتا ہے اس سے پہلے تُو نے فساد مچا رکھا
تھا۔ پس اب تیرے اس ناقص ایمان کے بدلے میں ہم تیرے جسم کو
نجات دیں گے تا (تیرا جسم) ہمیشہ ہمیش بعد کو آنے والے لوگوں

کے لئے عبرت کا موجب ثابت ہو اور لوگوں میں سے اکثر ہمارے نشانوں سے غافل رہتے ہیں۔

یہ مضمون نہ بائبل میں مذکور ہے نہ یہودیوں کی تاریخ میں مذکور ہے نہ کسی اور معروف تاریخ میں مذکور ہے۔ تیرہ سَو سال پہلے قرآن نے یہ خبر دی اور اس خبر دینے کے تیرہ سَو سال کے بعد فرعونِ موسٰی کی ممی مل گئی جس سے معلوم ہوا کہ ڈوبنے کے بعد اس کی لاش ضائع نہیں ہو گئی تھی بلکہ بچا لی گئی تھی۔ اُسے حنوط کیا گیا تھا اور وہ محفوظ کر دی گئی۔ ہو سکتا تھا کہ حنوط کرنے کے باوجود اِن بہت سے تغیّرات کی وجہ سے جو مصر میں ہوئے فرعونِ موسٰی کی لاش ضائع ہو جاتی مگر اس کی لاش محفوظ رہی اور اِس وقت دُنیا کے سامنے عبرت کا نمونہ پیش کر رہی اور قرآن کریم کی سچائی پر گواہی دے رہی ہے۔'' [1]

حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شہرۂ آفاق دیباچہ دُنیا کی مختلف زبانوں میں چھپ کر جب یورپ و امریکہ میں پہنچا تو مخالفینِ اسلام کو بھی اس حقیقت کے اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا کہ قرآن کو یہ منفرد حیثیت حاصل ہے کہ جس معاملہ میں بائیبل خاموش ہے قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے اس کی خبر دے دی تھی۔ قرآن کی فضیلت اور برتری کی یہ ایسی زبردست دلیل ہے کہ ۱۹۷۶ء میں ایک

---

[1] دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۳۳۴، ۳۳۴ ؎

فرانسیسی مفکر ڈاکٹر موریش بکائی ( DR. MAURICE BUCAILLE) نے اپنی کتاب "THE BIBLE THE QURAN AND SCIENCE" میں ایک تحقیقی مقالہ شائع کیا جس کے صفحہ ۲۲۳ تا ۲۴۲ پر خاص طور پر اس قرآنی پیشگوئی کا ذکر کیا اور اعتراف کیا کہ اِس بارہ میں قرآن کی فضیلت اور برتری بائیبل پر پُوری طرح ثابت ہو گئی ہے۔

قرآن مجید ذوالمعارف ہے اور اس میں ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق خبریں موجود ہیں۔ آیت لتکون لمن خلفك میں بھی فرعون کی لاش کے واقعہ کے علاوہ مستقبل کی ایک عظیم الشّان خبر کا اشارہ ملتا ہے جس کا انکشاف سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے تصرّفِ الٰہی سے اگست ۱۹۴۵ء میں اِن الفاظ میں فرمایا:-

"اِس پیشگوئی کے دوسرے ظہور کے وقت انیسویں[1] صدی میں کوئی فرعون اِتنا خطرناک ظلم کرے گا کہ جماعت پُکار اُٹھے گی یٰمُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ اے موسٰی اب تو ہماری تباہی سر پر آ پہنچی اب ہم کسی طرح اس فرعون کے پنجۂ ظلم سے بچ نہیں سکتے ..... اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعتِ احمدیہ کو رُوحانی طور پر اس کے خلیفہ اور امام کی زبان سے کیونکہ وہ دُو نہیں بلکہ ایک ہی وجود ہوں گے، جب کہ وہ غم وہَم کے تمثیلی

---

[1] نقل مطابق اصل (مراد بیسویں صدی۔ ناقل)

سمندر کے کنارے پر کھڑا ہوگا یا ممکن ہے کہ مصر یا اور کسی ملک
میں ایسے ہی حالات پیدا ہونے پر اور واقعہ میں دریائے نیل کے
کنارے پر یا اور کسی دریا کے کنارے پر بڑے جاہ وجلال کے
ساتھ فرمائیں گے کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ۔ کَلَّا کے
معنے یہی ہیں لَا تَحْزَنْ غم مت کرو اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ
میرے ساتھ میرا ربّ ہے یعنی ایک وِتر بھی ہمارے ساتھ
ہے اور وہ اس لیلؑ میں سے ہمیں نکال کرلے جائے گا۔"[1]

نیز انکشاف فرمایا کہ یہ "لَیْل" یعنی شبِ تاریک ۱۳۹۷ھ یعنی ۱۹۷۷ء میں
ختم ہوگی۔[2]

قارئینِ کرام! کلیمِ وقت اور موسٰیِ دوراں نے ربوہ میں دریا کے کنارے کس
طرح کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ کی صدائے ربّانی بلند کی اور عرش سے اِنَّا
کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ کا وعدہ عطا ہوا؟ پھر کس طرح ٹھیک ۱۹۷۷ء
میں وہ "رات" ہمیشہ کے لئے چلی گئی۔ یہ تاریخ عالم کا ایک کھلا ورق
اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا زندہ اور
تابندہ نشان ہے جس کے ہر گوشہ پر عالمی پریس اور ذرائع ابلاغ کی بے شمار
شہادتیں ثبت ہیں۔ کلام اللہ کے اِس بے نظیر نشانِ صداقت نے چین، روس،

---

[1] تفسیر کبیر جزء چہارم نصف اول صفحہ ۵۴۸

[2] تفسیر کبیر سورہ فجر صفحہ ۵۲۹

امریکہ، یورپ غرضیکہ تمام مشرقی اور مغربی دُنیا پر اسلام کی حُجت تمام کر دی ہے اور ثابت ہوگیا ہے کہ قرآن اور صاحبِ قرآن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں زندہ ہیں اور کوئی نہیں جو دینِ محمدی کے سامنے ٹھہر سکے!!

ہمارے دین کا، قصّوں پہ ہی مدار نہیں
نشان ساتھ ہیں اِتنے کہ کچھ شمار نہیں
کروڑ جاں ہوں تو کر دوں فدا محمدؐ پر
کہ اس کے لطف و عنایات کا شمار نہیں (کلامِ محمود)

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ پر اگرچہ بے شمار علومِ قرآنی کا انکشاف ہوا مگر اس کے باوجود آپ دُنیا کو بار بار اِس قرآنی فضیلت کی طرف توجہ دلاتے رہے کہ ربِّ جلیل کے وعدوں کے مطابق قرآنی حقائق اور معارف جس طرح پہلوں پر کُھلے اور آج مجھ پر کُھل رہے ہیں اسی طرح قیامت تک کُھلتے چلے جائیں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"اے دوستو! مَیں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم الشان خزانہ سے تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ دُنیا کے تمام علوم اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ دُنیا کی تمام تحقیقاتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور دُنیا کی تمام سائنس اس کے مقابلہ میں اِتنی بھی حقیقت نہیں رکھتی جتنی سُورج کے مقابلہ میں ایک کرمِ شبِ تاب حقیقت رکھتا ہے۔ دُنیا کے علوم قرآن کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ قرآن ایک زندہ خدا کا کلام ہے اور وہ غیر محدود

معارف و حقائق کا حامل ہے۔ یہ قرآن جیسے پہلے لوگوں کے لئے
کھلا تھا اسی طرح آج ہمارے لئے کھلا ہے۔ یہ ابوبکرؓ کے لئے
بھی کھلا تھا۔ یہ عمرؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ عثمانؓ کے لئے بھی کھلا تھا
یہ علیؓ کے لئے بھی کھلا تھا۔ یہ بعد میں آنے والے ہزاروں اولیاء و
صلحاء کے لئے بھی کھلا تھا اور آج جبکہ دُنیا کے علوم میں ترقی ہو
رہی ہے یہ پھر بھی کھلا ہے بلکہ جس طرح دنیوی علوم میں آجکل زیادتی
ہو رہی ہے اسی طرح قرآنی معارف بھی آجکل نئے سے نئے نکل
رہے ہیں۔" [۱]

نیز فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں بڑے بڑے علم والے لوگ پیدا کئے
ہیں مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مَیں نے سارا علمِ قرآن حاصل کرلیا ہے
مَیں بھی جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بے شمار معارف
کھولے ہیں نہیں کہہ سکتا کہ قرآن کریم کا سارا علم مَیں نے
حاصل کرلیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ کوئی شخص اس کے
تمام معارف سمجھ لیتا تو قیامت آجاتی کیونکہ قرآن کریم
قیامت تک کے لئے ہے اور اس کے بعد اَور کوئی
کتاب نہیں۔ جب اِس میں سے نئے نئے مضامین نکلنے

---

[۱] سیرِ رُوحانی جلد اوّل صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷ +

بند ہو جائیں گے اُس وقت قیامت آجائے گی۔ پس اس کے
معارف کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور یہ کتاب ہمیشہ نئے نئے مطالب
دُنیا میں ظاہر کرتی رہے گی۔" [1]

# گیارھواں پہلو

## (تفسیر صغیر کی بلند پایہ تالیف)

مرتبۂ کلام اللہ کا گیارھواں اہم پہلو "تفسیر صغیر" کی شکل میں ظہور پذیر ہُوا۔
"تفسیر صغیر" حضرت مصلح موعودؓ کے عمر بھر کے بیان فرمودہ نکاتِ قرآنی اور دقائقِ
قرآنی کا ایک نہایت حسین مرقع، انتہائی دلآویز اور بہترین خلاصہ ہے اور
بوجہ اس کے کہ ملائکۃ اللہ کی تحریکِ خاص اور القاءِ خداوندی کے تحت لکھی گئی
ہے ادبی، لغوی اور معنوی محاسن اور کمالات میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے[2]
یہ اُردو کی انتہائی اثر انگیز اور انقلاب آفریں تفسیر ہے جس کے ایک ایک لفظ
سے محبتِ الٰہی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ملائکۃ اللہ اور روح اور انبیاء علیہم السلام
کی اصلی شان کا عارفانہ رنگ میں پتہ چلتا ہے اور "صاحب المعراج" "سراجِ منیر"
حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال "جمال و کمال"

---

[1]

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کا مقالہ "تفسیرِ بے نظیر کے کمالات" ناشر
شعبۂ اشاعت خدام الاحمدیہ ضلع لاہور۔ (۱۹۸۱ء)

خارق عادت تقدس اور زندہ تاثیراتِ قدسیہ کی جلوہ نمائی ہوتی ہے اور مقدس سیرتِ نبویؐ کی قرآنی جھلکیوں کا نظارہ کر کے زبان پر بے اختیار درود شریف جاری ہو جاتا ہے۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔

اِس تفسیر کی اشاعت پر ادارہ "نوائے وقت" کے ترجمان رسالہ ہفت روزہ "قندیل" نے ۱۹ر جون ۱۹۶۶ء کو مندرجہ ذیل تبصرہ کیا کہ:۔

"قرآن مجید کا بامحاورہ اردو ترجمہ مع مختصر تفسیر ادارۃ المصنفین ربوہ سائز ۲۶×۲۰/۸ ضخامت ۸۵۴ صفحات۔ ہدیہ (عکسی اعلیٰ کاغذ پچیس روپے)۔

انجمن حمایتِ اسلام لاہور اور تاج کمپنی لمیٹڈ کی طرف سے قرآن حکیم کی طباعت میں جو خوش ذوقی کا ثبوت دیا جاتا رہا ہے وہ قابلِ تحسین ہے تفسیر صغیر کی اشاعت سے اس رُوح آفریں سعی میں اضافہ ہوا ہے۔ قرآنِ پاک کا یہ نسخہ اوّل سے آخر تک اعلیٰ ترین آرٹ پیپر پر شائع کیا گیا ہے۔ نسخ و نستعلیق دونوں خط فنِ کتابت کے عمدہ ترین نمونے پیش کر رہے ہیں۔ آفسٹ کی طباعت نہایت صاف اور دیدہ زیب ہے۔ جلد عمدہ اور مضبوط اور اس پر پلاسٹک کا جاذبِ نظر غلاف ہے۔ تفسیر صغیر میں ترجمہ اور تفسیر امامِ جماعتِ احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ اور حواشی کی زبان عام فہم ہے تاکہ ہر

علمی استعداد کا آدمی اِس سے مستفید ہو سکے۔ ترجمہ اور تفسیر میں یہ التزام بھی ہے کہ جملہ تفاسیر متقدمین آخر تک پیش نظر رکھی گئی ہیں۔ ابتداء میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے مضامین و مفاہیم کے تین معلومات آفریں انڈکس، (INDEX) بھی شامل کئے گئے ہیں جس سے قاری کو مختلف آیات تلاش کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید کو اِس خوبصورتی سے شائع کرنا ایک بہت بڑی خدمتِ اسلام ہے۔" [1]

تفسیر صغیر سے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ (علیہ الف الف رحمة و برکة) کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہوئی ہے جس کا ذکر حضور "ازالۂ اوہام" میں اِس طرح فرماتے ہیں:۔

"اِس زمانہ میں بلاشبہ کتابِ الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کی مزاحم ہو رہی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اپنے اکثر زواید کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے قرآنی تعلیم لوگوں کے دل

---

[1] بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اس سے لوگ بے خبر ہیں۔ وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا اس سے لوگ غافل ہو گئے ہیں۔ ہاں! یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ انہی معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانے میں قرآن آسمان پر اُٹھایا جائے گا۔ پھر انہی حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔"[1]

اور فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی ایسی تفسیر تیار کرنا "یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ ہی میں داخل ہے۔"[2]

پس یہ تفسیر بھی جو حُسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر" حضرت مصلح موعودؓ نے تالیف فرمائی ہے حضرت اقدس کی خواہش کو پورا کر رہی ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک کشف میں "چنبہ زریں" کی صورت میں دکھائی گئی جو کتاب بن گئی جس کو تفسیر کبیر کہتے ہیں۔ حضرت اقدس نے اس کشف کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ یہ ہمارے لئے موجبِ عزت اور زینت ہوگی نیز یہ کہ اسے لوگوں کی نظروں سے غائب کرنے کی کوئی سازش کامیاب

---

[1] ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۲ حاشیہ۔

[2] ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳۔

نہیں ہوگی۔[1]

بالفاظِ دیگر آسمانوں پر یہ عظیم الشّان تفسیر اپنی جامعیت کے اعتبار سے تفسیر کبیر ہی کا درجہ رکھتی ہے جو دُنیا میں بکثرت پھیلے گی اور اسلام اور مسلمانانِ عالَم کے لئے عزّت و شرف کا موجب بنے گی۔ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا اسے ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

حضرات! آپ کو یہ بات معلوم کرکے یقیناً بہت حیرت اور مسرّت ہوگی کہ "تفسیر صغیر" جس کی اوّلین اشاعت جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء کے موقع پر ہوئی تھی اب تک اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اِس تفسیر کی بہ کثرت اشاعت بارگاہِ الٰہی میں مقبولیّت کی دلیل ہے، الحمدلِلّٰہ۔ برِّصغیر کے طُول و عرض میں تورخم سے لے کر سری لنکا تک اور کراچی سے لے کر بنگلہ دیش تک ہزاروں عشّاقِ قرآن کے گھروں میں پڑھی جاتی ہے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تفسیر بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکی ہے اور وہ دن دُور نہیں جبکہ اس کی برکت سے نُورِ قرآن کی تجلّی دُنیا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرے گی اور حضرت مصلح موعودؓ کے دل سے نکلی ہوئی یہ دعا قبولیت کا شرف پالے گی کہ ؎

پانی کر دے علومِ قرآں کو
گاؤں گاؤں میں ایک رازیؒ بخش

---

[1] اخبار بدر قادیان ۶ ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳

# بارھواں پہلو

## (قرآن مجید عالمگیر شریعت)

اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے:۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ (الفرقان: ۲)

وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے فرقان اپنے بندے پر اتارا ہے تاکہ وہ سب جہانوں کے لئے ہوشیار کرنے والا ہو۔

نیز فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سبا: ۲۹)

(یا رسول اللہ) ہم نے تجھ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف (جن میں سے ایک بھی تیرے حلقۂ رسالت سے باہر نہ رہے ایسا) رسول بنا کر بھیجا ہے جو (مومنوں کو) خوشخبری دیتا اور (کافروں کو) ہوشیار کرتا ہے)۔

اِن آیات سے ثابت ہے کہ قرآنِ مجید عالمگیر شریعت ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اِس سے ساری دُنیا کو متعارف کرایا جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ کلام اللہ کے اس عالمگیر مرتبہ کا ظہور غیر ملکی زبانوں میں تراجمِ قرآن کی دُنیا بھر میں اشاعت سے ہُوا جس کی خبر حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے اشتہار ۲۰ فروری

۱۸۸۶ء میں اِن الفاظ میں بھی دی گئی تھی :۔

"نُور آتا ہے نُور..... وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔"

یہ پیشگوئی اُس زمانہ میں کی گئی جب کہ تراجم قرآنی کے بارے میں سخت بے حسی بلکہ مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا چنانچہ نامور اہلحدیث عالم اور مفسّرِ قرآن مولانا وحید الزّماں خاں صاحب نے ۱۳۰۱ھ ہجری یعنی چودھویں صدی کے پہلے سال لکھا :۔

"بڑا افسوس ہے کہ مسلمان اِس سے بالکل غافل ہیں اور اِن کے مُلّا اور مولوی اور درویش سوائے آرام سے روٹیاں کھانے کے دین کا کوئی کام نہیں کرتے ہیں نہ اَور ملک کی اقوام کی زبانیں سیکھتے ہیں نہ اَور زبانوں میں اسلام کی کتابوں کا اور قرآن کا ترجمہ پھیلاتے ہیں۔ ہائے ! بڑے رنج کی بات ہے کہ نصارٰی نے اپنی واقفیت کے واسطے قرآن کا ترجمہ انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں کیا پر مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں کہ وہ قرآن کا اور دین کی کتابوں کا ترجمہ غیر زبانوں میں خصوصًا کافروں کی زبانوں میں کر کے اس کے ہزاروں لاکھوں نسخے کافروں میں پھیلا دیں تاکہ وہ سچے دینِ شریعت سے واقف ہوں" [1]

---

[1] المعلم ترجمہ صحیح مسلم جلد اوّل صفحہ ۲۸۰، ۲۸۱ مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۱ھ

یہ تھا وہ دردناک اور رُوح فرسا ماحول جس میں مصلح موعودؓ کی بشارت دی گئی اور "نور آتا ہے نور" اور دیگر الہامی الفاظ میں آپ کے عہدِ مبارک کے تراجم قرآن سے متعلق مجاہدانہ کارناموں کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا چنانچہ دُنیائے اسلام میں تراجمِ قرآن کی سب سے پہلی، عالمی اور منظم تحریک آپ ہی کی قیادت میں اُٹھی، بڑھی اور پروان چڑھی۔ اور آپ کی زندگی میں نہ صرف یہ کہ قرآن مجید کے انگریزی، ڈچ، جرمن اور سواحیلی زبانوں میں تراجم شائع ہو گئے بلکہ آپ کو اُس وقت تک خالقِ حقیقی کی طرف سے واپسی کا بُلاوا نہیں پہنچا جب تک ہسپانوی، پُرتگالی، اطالوی، رُوسی، فرانسیسی، انڈونیشی، ملائی، لُکانیا، ککویو اور لوو زبانوں میں تراجمِ قرآن خدا کے فضل سے مکمل نہیں ہو گئے۔ فتبارك الله احسن الخالقین ۝

اِس وقت مَیں صرف انگریزی ترجمہ قرآن کی پہلی جِلد کے متعلق عرب پریس اور مغربی دُنیا کے شاندار تبصرے درج کرتا ہوں:۔

(۱) مشہور اسلامی ملک اُردن کے اخبار "الاردن" نے ۲۱ر نومبر ۱۹۴۸ء کے شمارہ میں زبردست خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا:۔

"بَدَأَ النَّاسُ يُعْجَبُوْنَ (بِالرَّغْمِ عَنْ اِنْهِمَاكِهِمْ فِيْ اُمُوْرِ دُنْيَاهُمْ) بِنَشَاطِ الْحَرَكَةِ الْاَحْمَدِيَّةِ وَجِهَادِهَا لِنَشْرِ الْاِسْلَامِ فِي الْقَارَاتِ الْخَمْسِ ـ وَمِنْ اَعْظَمِ مَا قَامَ بِهِ الْاَحْمَدِيُّوْنَ فِي السَّنَوَاتِ الَّتِيْ تَلَتِ الْحَرْبَ تَرْجَمَتُهُمُ الْقُرْاٰنَ الْمَجِيْدَ لِلُّغَاتِ الْاَجْنَبِيَّةِ الْحَيَّةِ

كَالْإِنْكِلِيْزِيَّةِ وَالْأَلْمَانِيَّةِ وَالْأَفْرَنْسِيَّةِ وَالرُّوْسِيَّةِ وَالْإِيطَالِيَّةِ وَالْأَسْبَانِيَّةِ وَغَيْرِهَا تَحْتَ إِرْشَادِ إِمَامِ الْجَمَاعَةِ الْأَحْمَدِيَّةِ حَضْرَةِ مِيْرْزَا بَشِيْرِ الدِّيْنِ مَحْمُوْدِ أَحْمَدَ۔

وَقَدْ طُبِعَتِ التَّرْجَمَةُ الْإِنْكِلِيْزِيَّةُ فَرَأَيْنَاهَا تَفُوْقُ كُلَّ تَرْجَمَةٍ سَبَقَتْهَا مِنْ حَيْثُ الْإِتْقَانِ وَجُوْدَةِ الْوَرَقِ وَالطَّبْعِ وَالتَّرْتِيْبِ وَالْإِنْسِجَامِ وَصِدْقِ التَّرْجَمَةِ الْحَرْفِيَّةِ وَتَفْسِيْرِهَا تَفْسِيْرًا مُسْهَبًا بِأَسْلُوْبٍ جَدِيْدٍ يَدُلُّ عَلٰى عِلْمٍ غَزِيْرٍ وَاطِّلَاعٍ وَاسِعٍ عَلٰى حَقَائِقِ الدِّيْنِ وَرُوْحِهِ وَتَعَالِيْمِهِ السَّامِيَّةِ۔

وَقَدْ كُتِبَتِ الْآيَاتُ الْقُرْآنِيَّةُ فِيْ أَعْلَى الصَّفَحَاتِ بِالْعَرَبِيَّةِ فِي الْجَانِبِ الْأَيْمَنِ وَتَرْجَمَتُهَا بِالْإِنْكِلِيْزِيَّةِ فِي الْجَانِبِ الْأَيْسَرِ وَتَحْتَ ذٰلِكَ التَّفْسِيْرُ بِلُغَةٍ إِنْكِلِيْزِيَّةٍ رَاقِيَةٍ۔

وَإِنَّ الْمُطَالِعَ لِهٰذَا التَّفْسِيْرِ الْجَدِيْدِ يَرَى أَنَّ حَضْرَةَ إِمَامِ الْجَمَاعَةِ الْأَحْمَدِيَّةِ فِيْ دِفَاعِهِ عَنِ الْإِسْلَامِ إِنَّمَا يُدَافِعُ عَنِ الدِّيْنِ الْحَقِّ الَّذِيْ يَجِدُ النَّاسُ كَافَّةً فِيْهِ السَّبِيْلَ الْقَاصِدَ لِلِقَاءِ رَبِّهِمْ وَخَاصَّةً فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ تَعَدَّدَتِ الطُّرُقُ عَلَى السَّالِكِيْنَ فَابْتَعَدُوْا بِهَا عَنْهُ۔

وَحَضْرَتُهٗ يَرُدُّ فِیْ تَفْسِيْرِهٖ هٰذَا عَلٰی خُصُوْمِ الْاِسْلَامِ وَبِالْخَاصَّةِ الْمُسْتَشْرِقِيْنَ وَيُبْطِلُ مَزَاعِمَهُمْ وَمَطَاعِنَهُمْ بِاُسْلُوْبٍ عِلْمِیٍّ مُنْقَطِعِ النَّظِيْرِ۔

وَقَدْ بَيَّنَ فِیْ تَفْسِيْرِهٖ هٰذَا عِلَاقَةَ السُّوَرِ بِبَعْضِهَا وَكَذٰلِكَ الْاٰيَاتِ۔ وَاَسْبَابَ النُّزُوْلِ وَمُلَخَّصَ مَضَامِيْنِ السُّوَرِ فِیْ اَوَائِلِهَا لِيَزِيْدَ الْقُرَّاءُ عِلْمًا وَ اِيْضَاحًا لِحَقِيْقَةِ الْمَعَانِیْ۔

وَلِاِتْمَامِ الْفَائِدَةِ اَلْحَقَ هٰذِهِ التَّرْجَمَةَ النَّفِيْسَةَ بِسِيْرَةٍ مُسْهَبَةٍ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَلَمِهٖ، فَجَاءَتْ هٰذِهِ السِّيْرَةُ غَايَةً فِی الْاِتْقَانِ وَ الْاُسْلُوْبِ وَالْمَوَاضِيْعِ"[1]

اپنی دنیوی مصروفیتوں میں بے حد مشغول و منہمک ہونے کے باوجود لوگ تحریکِ احمدیت اور اس کی نتیجہ خیز کوششوں اور ساتوں برِ اعظموں میں تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے لئے جدّ وجہد اور قربانیوں کو استعجاب و پسندیدگی اور دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

گذشتہ جنگِ عالمگیر کے چند سالوں میں ان کا عظیم ترین اور نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے امام جماعت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

---

[1] الاردن ۲۱ نومبر ۱۹۴۸ء

کی رہنمائی اور آپ کی زیرِ ہدایات مختلف رائج الوقت کئی غیر ملکی اہم زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کئے ہیں جیسے انگریزی، جرمن، فرنچ، رُوسی، اطالوی اور ہسپانوی وغیرہ۔

انگریزی ترجمہ جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آچکا ہے دیکھ کر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ قرآن مجید کے جتنے بھی (انگریزی) تراجم اس سے قبل شائع ہو چکے ہیں، ان سب پر یہ ترجمہ فوقیت لے گیا ہے (تفوق کل ترجمةٍ سبقتها) کیا بلحاظ طباعت کی خوبی اور دیدہ زیب ہونے کے اور کیا بلحاظ اپنی عمدگی اور ترتیب و با محاورہ ترجمہ ہونے کے اور کیا بلحاظ لفظی ترجمہ کی درستگی کے اور کیا بلحاظ اس کی تشریح و تفسیر کے جو جدید اسلوب اور پیرایہ میں ایک مبسوط تفسیر ہے جسے پڑھ کر نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے کہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ علمِ دین کے رموز و حقائق اور اس کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم اور روحانیات سے متعلق جملہ علوم سے غیر معمولی طور پر بہرہ ور ہیں اور دین کے بارہ میں بھرپور علم رکھتے ہیں۔

اِس ترجمہ میں قرآن مجید کی آیات عربی الفاظ میں ہر صفحہ کے اوپر دائیں جانب اور اس کے بالمقابل انگریزی ترجمہ اور ان دونوں کے نیچے باقی حصۂ صفحہ میں فصیح و شستہ اعلیٰ درجہ کی انگریزی زبان میں تفسیری نوٹ لکھے گئے ہیں۔

اِس جدید تفسیر کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ نے اسلام پر اعتراضات کے جواب اصل اسلام کو مدِنظر رکھ کر دئیے ہیں وہ حقیقی اسلام جس میں تمام لوگ اپنے رب سے ملاقات کا طریقِ مستقیم پاتے ہیں بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ سالکین کے سامنے بے شمار راستے رونما ہو چکے ہیں کہ جن کی وجہ سے وہ اصل راستہ سے بہت دُور جا پڑے ہیں۔

جناب امام جماعتِ احمدیہ نے اپنی اِس تفسیر میں دشمنانِ اسلام کا بخوبی رَدّ کیا ہے بالخصوص مستشرقین کے پیدا کردہ غلط خیالات اور اُن کے اعتراضات کا جواب بے نظیر علمی رنگ میں دیا ہے۔

اِس تفسیر میں آپ نے سُورتوں کا باہمی تعلق نیز آیات کا باہمی ربط واضح کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے ہر سُورت کی ابتداء میں اس سُورت کے اندر بیان شدہ مضامین کا خلاصہ اور سُورت کی شانِ نزول کا بھی ذکر فرما دیا ہے تاکہ پڑھنے والوں پر معانی کی حقیقت اور ان میں بیان شدہ مضمون کا اصل مفہوم اچھی طرح آشکار ہو جائے اور ان کے علم و معرفت میں اضافہ کا موجب ہو۔

مزید بر آں تفسیر کو مفید تر بنانے کے لئے اس نفیس ترجمہ کے ساتھ نبیٔ عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرتِ طیبہ بھی آپ نے لکھ کر شامل کر دی ہے۔ حضورؐ کی یہ سوانح حیات بھی غایت درجہ عمدگی اور بہترین اسلوب اور اعلیٰ مضامین کی حامل ہے۔

(۲) مصر وار دن کے جریدہ "وکالۃ الانباء العربیۃ" نے اِس ترجمہ سے متعلق یہ لکھا :-

"وَالْكِتَابُ الثَّمِيْنُ فِيْ مَجْمُوْعِهٖ دِفَاعٌ عَنِ الْإِسْلَامِ وَ رَدٌّ عَلٰى خُصُوْمِهٖ وَخَاصَّةً الْمُسْتَشْرِقِيْنَ يُبْطِلُ مَزَاعِمَهُمْ بِأُسْلُوْبٍ عِلْمِيٍّ رَائِعٍ۔

.... وَمِمَّا يُجْدِرُ ذِكْرُهٗ اَنَّ الْمِسْتَرْ زِمْرْمَانَ الْكَاتِبَةَ الْهُوْلَنْدِيَّةَ الْمَعْرُوْفَةَ قَامَتْ بِتَرْجَمَةِ الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ مِنَ الْإِنْكِلِيْزِيَّةِ اِلَى الْهُوْلَنْدِيَّةِ، وَمَا كَادَتْ تُفْرِغُ مِنْ تَرْجَمَتِهَا حَتّٰى كَانَتْ قَدِ اعْتَنَقَتِ الْإِسْلَامَ" [1]

یہ بیش قیمت کتاب مجموعی طور پر اسلام کی طرف سے دفاع اور مخالفینِ اسلام خصوصًا مستشرقین کے اعتراضات کا رَدّ ہے جو کہ ٹھوس علمی رنگ میں اِن کے نظریات کا ابطال کرتی ہے۔

.... ایک اور بات قابلِ ذکر یہ ہے کہ ہالینڈ کی ایک مشہور مصنفہ مسز زمرمان نے قرآن مجید کا انگریزی سے ڈچ زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا۔ ابھی وہ ترجمہ کے کام سے فارغ نہ ہو پائی تھیں کہ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکی تھیں۔

(۳) شام کے مشہور اخبار "النصر" نے اپنی ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں لکھا

---

[1] شمارہ ۶ فروری ۱۹۴۹ء (عکس آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

کہ :-

جماعتِ احمدیہ نے امریکہ اور یورپ کے برِّ اعظموں میں ثقافتِ اسلامیہ کی اشاعت کا نمایاں کام کیا ہے اور یہ کام لگاتار مبلّغین کی روانگی سے ہورہا ہے اور مختلف کتب و اشتہارات کی اشاعت سے بھی جن کے ذریعہ سے فضائلِ اسلام اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ہمیں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی یہ ترجمہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعتِ احمدیہ کی زیرِ نگرانی کیا گیا ہے۔ ترجمہ قرآن مجید جاذبِ نظر اور ناظرین کے لئے قرۃ العیون ہے۔ یہ ترجمہ بلند مرتبہ خیالات کا حامل ہے۔ کاغذ نہایت عمدہ ہے۔ قرآنی آیات ایک کالم میں درج ہیں اور دوسرے کالم میں بالمقابل ترجمہ دیا گیا ہے۔ بعد ازاں مفصّل تفسیر کی گئی ہے۔ مطالعہ کرنیوالا ان تفاسیرِ جدیدہ میں مستشرقین اور یوروپین معاندین کے اعتراضات کے مفصّل جوابات پاتا ہے .... یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ امام جماعتِ احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس ترجمہ کیساتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ سیرت اور ترجمہ بے نظیر ہے۔ (ترجمہ)

(۴) مسٹر اے۔ جے۔ آربری (MR. A. J. ARBERRY) نے لکھا :-

قرآن شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ موجودہ جلد اس کارنامہ کی گویا پہلی منزل ہے۔ کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعتِ احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور یہ کام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزا قیادت میں ہوتا رہا۔ یہ ترجمہ اور یہ تفسیر جماعتِ احمدیہ کی فہمِ قرآن کی صحیح ترجمانی کرنے والی ہے۔ اگر ہم اس کام کو اسلام کے ذوقِ علم و تحقیق کی عظیم یادگار کہہ کر پیش کریں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کی تیاری کے ہر مرحلے پر مستند کتب تفسیر و لُغت و تاریخ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کتب کی طویل فہرست پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر تیار کرنیوالوں نے نہ صرف تمام مشہور عربی تفسیروں کو زیرِ مطالعہ رکھا ہے بلکہ اِن کے ساتھ ساتھ یورپین مستشرقین نے تنقیدی رنگ میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی مدِّنظر رکھا ہے۔ اگر صرف ترجمہ پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ترجمہ انگریزی غلطیوں سے پاک اور پُر وقار ہے۔ دُنیا بھر کے نیک خیال لوگ دل سے چاہیں گے کہ یہ شاندار ترجمہ اور تفسیر جلد تکمیل کو پہنچے۔ علم اور تحقیق اور للّٰہیت کے اس شاہکار کو کون ہے جو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھے گا؟ یہ شاندار کام حضرت مرزا بشیر الدین محمود کی زیرِ نگرانی سرانجام پایا ہے جن کو مسیح موعود کا دوسرا جانشین اور خلیفہ کہا جاتا

ہے۔ (تلخیص و ترجمہ) [1]

(۵) ڈاکٹر چارلس ایس بریڈن ( DR. CHARLES S. BRADEN )
صدر شعبۂ تاریخ و ادب مذہبیات نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی ایونسٹن ( EVANSTON )
امریکہ نے لکھا:-

بحیثیتِ مجموعی انگریزی زبان کے اِسلامی لٹریچر میں یہ ایک
قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے دُنیا جماعتِ احمدیہ کی ازحد
ممنون ہے۔ (ترجمہ) [2]

(۶) مسٹر ریجس بلاشیر ( MR. REGIS BLACHERE ) پروفیسر
ادبیات عربی مدرسہ السنہ شرقیہ پیرس (PARIS) نے اِن الفاظ میں اپنے
تاثرات کا اظہار کیا:-

یہ ترجمہ جیسا کہ فرانسیسی زبان کی ایک ضرب المثل ہے "متن کا ہُو بہو
چربہ ہے" (STICKING TO THE TEXT)
ترجمہ کی یہ صحت جس سے قرآن کے مُبہم اور مشکل مقامات کو سمجھنے میں بہت
مدد ملتی ہے یہ ہر تعریف سے بالا ہے۔ (ترجمہ) [3]

(۷) پروفیسر ایچ۔ اے۔ آر۔ گب (PROF. H.A.R. GIBB) نے لکھا:-

یہ ترجمہ قرآن مجید کو انگریزی کا جامہ پہنانے کی ہر سابقہ کوشش کے

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد دہم مع ضمیمہ صفحہ ۶۷۳، ۶۷۴ ؛
[2] تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۶۷۴ ؛ [3] ایضاً

مقابلے میں زیادہ قابلِ تحسین ہے۔ (ترجمہ) [1]

(۸) مسٹر رچرڈ بیل (MR. RICHARD BELL) نے لکھا:۔

یقیناً قرآنی تعلیمات کو جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کا یہ انداز جدت کا حامل اور ہر طرح تحسین کے قابل ہے۔ اگر انجمن اقوامِ متحدہ اس میں بیان کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہو سکے تو یقیناً کسی حد تک وہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکتی ہے۔ تفسیر جامع ہے اور بہت حد تک رُوحانی اقدار اور اُن کے احسن تفہیم کی آئینہ دار ہے۔ (ترجمہ) [2]

خدمتِ قرآن کے اِس عظیم کارنامہ کے متعلق ایک بار مولانا ظفر علی خاں صاحب مدیر "زمیندار" نے ناقدینِ احمدیت کو مخاطب کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا تھا:۔

"کان کھول کر سُن لو! تم اور تمہارے لگے بندھے میرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ میرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے تمہارے پاس کیا دھرا ہے .... تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑا .... میرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے ایک اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے .... میرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں

---

[1] تاریخ احمدیت جلد دہم صـ۶۷۴ ۔

[2] تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ ۶۷۵ ۔

دُنیا کے ہر مُلک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے" [1]

اِسی طرح جناب مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف ایڈیٹر "المنبر" نے اعتراف کیا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے عہدِ مبارک میں جماعتِ احمدیہ نے اشاعتِ قرآن اور خدمتِ قرآن کی نمایاں عالمی خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:۔

"قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اوّلین اہمیت اس جدّوجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ سیّد المرسلینؐ کی سیرۃِ طیّبہ کو پیش کرتے ہیں۔ ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو اِسلام کو امن وسلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں"

"یہ امر قابلِ اعتراف ہے کہ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ کا فرض جو اُمّتِ محمدیہ پر عائد کیا گیا تھا اُمّت کی کوتاہی کے باعث معطّل یا کم ازکم نیم معطّل تھا اس باطل گروہ کے ذریعہ اسلام اور صاحبِ اسلام کا رسمی تعارف اور بعض حصّوں میں تفصیلی تعارف ان کے ذریعے کرایا جا رہا ہے"

"غیر مسلم ممالک میں قرآنی تراجم اور اسلامی تبلیغ کا کام صرف قادیانیت کی بقا اور وجود کا باعث ہی نہیں ہے ظاہری حیثیت سے

---

[1] "ایک خوفناک سازش" صفحہ ۱۹۶ مولفہ مولانا مظہر علی اظہر۔

بھی اس کی وجہ سے قادیانیوں کی ساکھ قائم ہے۔ ایک عبرت انگیز واقعہ جو ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا ۱۹۵۴ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم اور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جد و جہد میں معروف تھیں قادیانی عین انہیں دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن کو مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے۔ گویا وہ بزبانِ حال وقال کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از جماعت ملتِ اسلامیہ جماعت جو اس وقت جبکہ ہمیں آپ لوگ "کافر" قرار دینے پر پَر تول رہے ہیں غیر مسلموں کے سامنے قرآن ان کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں"۔[۱]

ے ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں ٭ دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے ٭ جان و دِل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل، اب تنِ خاکی رہا ٭ ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

حضرت مصلح موعودؓ کے وصال (۸ ۔نومبر ۱۹۶۵ء) پر برِصغیر پاک و ہند کے روشن خیال عالم، صحافی اور مفسر جناب مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے آپ کی خدمتِ قرآن پر زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا:-

---

[۱] "المنیر" لائلپور (فیصل آباد) ۲۔ مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰ ٭

"قرآن و علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صِلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں ان کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے۔" ؎

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الف الف رحمة و برکة اور مصلح موعودؓ کے فیضِ تربیت کی بدولت جماعتِ احمدیہ خدا کے فضل سے جہاد بالقرآن کا پرچم سارے عالم میں بلند کئے ہوئے ہے جس سے اس کے باطنی اور معنوی کمالات دُنیا پر کھل رہے ہیں اور اذہان و قلوب فتح ہو کر حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم تلے جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ :-

"خدا نے ہمیں وہ تلوار دی ہے جسے کبھی زنگ نہیں لگتا اور جو کسی لڑائی میں بھی نہیں ٹوٹ سکتی۔ تیرہ سَو سال گذر گئے اور دُنیا کی سخت سے سخت قوموں نے چاہا ہے کہ وہ اس تلوار کو توڑ دیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور اسے ہمیشہ کے لئے ناکارہ بنا دیں مگر دُنیا جانتی ہے کہ جو قوم اس کو توڑنے کے لئے آگے بڑھی وہ خود ٹوٹ گئی مگر یہ تلوار اُن سے نہ ٹوٹ سکی۔"

"یہ وہ قرآن ہے جو خدا نے ہم کو دیا ہے اور یہ وہ تلوار ہے

---

؎ "صدقِ جدید" لکھنؤ ۱۸ر نومبر ۱۹۶۵ء ماخوذ از مضامین مظہر صفحہ ۴۶ ۔

جس سے ہم ساری دُنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ فرماتا ہے جاھِدھُم بِہٖ جہادًا کبیرًا تلوار کا جہاد اور دوسرے اَور جہاد سب چھوٹے ہیں قرآن کا جہاد ہی ہے جو سب سے بڑا اور عظیم الشّان جہاد ہے۔ یہ وہ تلوار ہے جو شخص اِس پر پڑے گا اس کا سر کاٹا جائے گا اور جس پر یہ پڑے گی وہ بھی مارا جائے گا یا مسلمانوں کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور ہو گا۔ اگر تیرہ سَو سال میں بھی ساری دُنیا میں اسلام نہیں پھیلا تو اسکی وجہ یہ نہیں کہ یہ تلوار کُند تھی بلکہ اِس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے اس تلوار سے کام لینا چھوڑ دیا۔ آج خدا نے پھر احمدیت کو یہ تلوار دے کر کھڑا کیا ہے اور پھر اپنے دین کو دُنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنے کا ارادہ کیا ہے"۔ [1]

اِس "جہاد بالقرآن" کے مقابل "خدمتِ قرآن" کے نام پر کیا کیا نئی تدبیریں کی جا رہی ہیں اس کا ذکر جودھپور (بھارت) کے ایک نامور عالمِ دین جناب مولانا ابو الاسرار رمزی اٹاوی کے ایک تازہ بیان سے ملتا ہے جو بمبئی کے ایک ہفتہ وار اخبار بلٹز (BLITZ) میں چھپا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ:۔

"پاکستان میں چالیس ٹن وزنی سُنہری قرآن مجید تقریباً ۲۰ (بیس) لاکھ روپے کی لاگت سے تیار کیا جا رہا ہے جس میں مصوّری اور خطاطی کے نادر نمونے موجود ہوں گے۔ کسی چیز کی گہری عقیدت کیسے کیسے

---

[1] سیرِ روحانی جلد سوم صفحہ ۳۱۵۔۳۱۶

کارناموں کی محرک بن جاتی ہے۔ دُنیا کو اس سے زیادہ اور کوئی فائدہ نہ ہوگا کہ خانۂ کعبہ کی زیارت کے ساتھ ساتھ اس کی بھی زیارت ہو جائے گی لیکن یہ قرآنِ مجید کی خدمت نہیں بلکہ آرٹ کی خدمت ہوگی۔ قرآنِ مجید اپنے دعویٰ اور دلائل میں لاثانی ہے وہ تدبّر اور غور کرنے کے لائق ہے۔ بڑی برکت والی کتاب ہے۔ اِس کی خدمت یہ ہے کہ اس کو کم از کم بیس زبانوں میں منتقل کیا جائے اور اس کے نسخے مُفت تقسیم کئے جائیں یا دُنیا کی بڑی لائبریریوں میں ان کو بھیجا جائے تاکہ بندگانِ خدا قانونِ خداوندی اور مشیّتِ الٰہی سے واقف ہوں ..... احمدیہ فرقے کے لوگ اِس میدان میں بہت آگے نظر آتے ہیں جنہوں نے تقریباً سولہ سترہ زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کرنے میں پہل کی۔ جب قوم کے پاس کوئی ٹھوس پروگرام نہیں ہوتا تو وہ ایسی نمائش گاہ کی طرف رُخ کرتی ہے اور "قرآن حکیم" کی جگہ "قرآن ضخیم" کو اہمیت دیتی ہے"۔[1]

قرآن شریف کا ایک نام ذِکر بھی ہے یعنی عزت و شرف کا ذریعہ۔ حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ بار بار قرآن کریم کا جو یہ عظیم الشان مرتبہ ظاہر ہوا اس کی برکت سے خدائے عزیز نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کا نام کرۂ ارض پر تا ابد باقی رہے اور آسمانِ شہرت پر بھی ہمیشہ چمکتا رہے۔ چنانچہ حضورؓ خود فرماتے ہیں:۔

---

[1] ہفتہ وار بلٹز (BLITZ) بمبئی ۱۵ اگست ۱۹۸۱ء بحوالہ ہفت روزہ "بدر" قادیان ۱۷ ستمبر ۱۹۸۱ء

"میں اُسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دُنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مَر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا ہے اور وہ میرے نام اور میرے کام کو دُنیا میں قائم رکھے گا.... خدا نے مجھے اِس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں۔ مجھے کتنا بھی بُرا سمجھیں بہرحال دُنیا میں کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے"[1]

## حضرت مصلح موعودؓ کی آسمانی خلعت

حضرات!! اَب آخر میں نہایت ادب سے یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اگر قرآنِ مجید ہی اسلام کا حقیقی دستور ہے اور یہ دستور قانونِ وقت کے اِحترام، تبلیغ اور اسلامی نمونہ کے علمی و اخلاقی و رُوحانی ذرائع سے قائم ہوتا ہے اور انہیں ذرائع سے مستقبل میں اسلام کی عالمگیر حکومت قائم ہونے والی ہے (جیساکہ ہر سچے اور حقیقی مسلمان کو یقین کامل ہے) تو میں اسلام اور احمدیت کے مقدس پلیٹ فارم سے دُنیا بھر کے ایک کروڑ احمدی مسلمانوں کا یہ دِلی عقیدہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بین الاقوامی نظام جو امریکہ سے لے کر چین تک اور یورپ

---

[1] حضرت مصلح موعودؓ کا رُوح پرور خطاب برموقع جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ ۱۹۶۱ء

سے لے کر افریقہ تک کے ہر فردِ بشر پر حاوی ہوگا وہ کلام اللہ کی صرف اس تشریح اور تفسیر کے مطابق نافذ ہوگا جو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے خدا سے علم پاکر دُنیا کے سامنے پیش فرمائی اور کسی ماں نے ایسا بیٹا نہیں جنا جو لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی دائمی صداقت کو غلط ثابت کر سکے !! اور الہامی اور کشفی برکتوں سے تہی دامن ہونے کے باوجود غیر مسلم دُنیا کے دل فتح کر کے انہیں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لے آئے۔ یہ آسمانی سعادت اور اعزاز اور فخر خدا نے ازل سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لختِ جگر سیدنا محمودؓ کی بیان فرمودہ تفسیر کے لئے ہی مقدر کیا ہے۔ کوئی نہیں جو اِس آسمانی خلعت کو چھین سکے جیسا کہ حضرت مصلح موعود نوّر اللہ مرقدہٗ نے جلسہ سالانہ ۱۹۴۴ء کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

”مَیں وہ شخص تھا جسے علومِ ظاہری میں سے کوئی عِلم حاصل نہیں تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے اُن مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا اور وہ چشمۂ رُوحانی جو میرے سینے میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ مَیں ساری دُنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اِس دُنیا کے پردے پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن مَیں جانتا ہوں

کہ آج دُنیا کے پردہ پر سوائے میرے اَور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کیلئے مجھے دُنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اِس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دُنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دُنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے عیسائی بادشاہ بھی اور اُن کی حکومتیں بھی مل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے۔ دُنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اِس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے اُن کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دیگا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اَتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزّت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دُنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ

دُنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دُنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے .....
مَیں اِس سچائی کو نہایت کُھلے طور پر ساری دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے۔ یہ مشیّت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیّت ہے۔ یہ سچائی نہیں ٹلے گی، نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔ اسلام دُنیا پر غالب آ کر رہے گا۔ مسیحیّت دُنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔ اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔ خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اُٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی اور یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہوگا جس کے سامنے عیسائیّت ایک خشک جھاڑی کی طرح مُرجھا کر رہ جائیگی اور دُنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اُڑتا ہُوا دکھائی دے گا۔" [1]

ع زمیں سے ظلمتِ شرک ایک دَم میں ہو گی دُور
ہُوا جو جلوہ نما لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللہ

---

[1] "الموعود" تقریر حضرت المصلح الموعودؓ بر موقع جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۲۱۱ - ۲۱۴ +

# کلام اللہ کا مرتبہ

## حضرت مصلح موعودؓ کے عارفانہ اشعار

یہ نعمت سارے انعاموں کی جاں ہے ٭ جو سچ پوچھو یہی باغِ جناں ہے

مِلی ہے ہم کو یہ فضلِ خدا سے ٭ حبیبِ پاک حضرت مصطفیٰؐ سے

شہِ لولاک یہ نعمت نہ پاتے ٭ تو اِس دُنیا سے ہم اندھے ہی جاتے

کُجا ہم اور کُجا مولیٰ کی باتیں! ٭ کُجا دن اور کُجا تاریک راتیں!

رسائی کب تھی ہم کو آسماں تک ٭ جو اُڑتے بھی، تو ہم اُڑتے کہاں تک

خدا ہی تھا کہ جس نے دی یہ نعمت ٭ محمدؐ ہی تھے جو لائے یہ خلعت

پس اے میرے عزیزو میرے بچّو!

دِل وجاں سے اسے محبوب رکھو

عکس "وكالة الأنباء العربية" (عمان۔قاهره)

(۸ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ بروز اتوار مطابق ۶ فروری ۱۹۴۹ء)

# ترجمة القرآن الكريم

عمان — تلقى فضيلة الميرزا رشيد احمد جغتائى المبشر الاسلامى المعروف وعضو الجماعة الاحمدية والمقيم حاليا بعمان نسخة من الكتاب القيم الذى اصدرته الجماعة فى الهند باللغة الانكليزية حاويا ترجمة القرآن المجيد. ويقع الكتاب فى ٩٦٨ صفحة تضم ترجمة السور المجيدة الفاتحة والبقرة وآل عمران والنساء والمائدة والانعام والاعراف والانفال والتوبة وقد قدم لها بمقدمة قيمة تقع فى ثلاثمائة صفحة كتبها امام الجماعة حضرة ميرزا بشير الدين محمود احمد تضم مصادر الكتاب وبحوثا قيمة عن قيمة القرآن المجيد وسيرة الرسول الاعظم وشخصيته وكيفية جمع القرآن وغيرها. والترجمة الانكليزية تفوق كل ترجمة سبقتها من حيث الاتقان وجودة الورق والطبع والانسجام وصدق الترجمة الحرفية وتفسيرها تفسيرا مسهبا باسلوب جديد يدل على علم غزير واطلاع واسع على حقائق الدين الاسلامى الحنيف وتعاليمه السامية.

والكتاب الثمين فى مجموعه دفاع عن الاسلام ورد على خصومه وخاصة المستشرقين يبطل مزاعمهم باسلوب علمى رائع.

وقد علمنا من حضرة الاستاذ ميرزا رشيد احمد انه سيضع هذا الكتاب القيم فى مكان عام بحيث يتيسر لجميع طلاب العلم والمعرفة الاطلاع عليه وقراءته

ومما يجدر ذكره ان المسز زمرمان الكاتبة الهولندية المعروفة قامت بترجمة القرآن المجيد من الانكليزية الى الهولندية، وما كادت تفرغ من ترجمتها حتى كانت قد اعتنقت الاسلام.

# شکریہ احباب و درخواست دعا

مندرجہ ذیل احباب نے اِس کتاب کی اشاعت میں بہت امداد فرمائی خاکساران کا بہت ممنون ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سے کئے گئے وعدوں کے مطابق ان کے اموال اور نفوس میں بے پناہ برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین۔ (جمال الدین انجم)

مکرم جناب شیخ خالد مسعود صاحب فیصل آباد

مکرم جناب شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعتِ احمدیہ صوبہ بلوچستان

مکرم جناب شیخ نثار احمد صاحب سمن آباد لاہور

مکرم جناب میاں مبارک علی صاحب پاک ٹمبرز لاہور

مکرم جناب چوہدری اشرف دین صاحب ربوہ

مکرم جناب چوہدری احمد دین صاحب گوئی آزاد کشمیر

مکرم جناب چوہدری محمد سلیمان صاحب گوئی آزاد کشمیر

مکرم جناب عبد الرشید صاحب شکارپور سندھ

مکرم جناب حکیم عبد الحمید صاحب اعوان مشہور دواخانہ گوجرانوالہ

مکرم جناب ملک منظور احمد صاحب نتھوکہ ربوہ

مکرم جناب خواجہ ظفر احمد صاحب سابق قائد مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ

مکرم جناب ڈاکٹر عبد القدوس صاحب نواب شاہ سندھ

ناشران
جمال الدین انجم - غلام مرتضیٰ ظفر